دارالعلوم کراچی کا ترجمان
ماہنامہ
البلاغ
جمادی الاولیٰ ۱۴۰۹ھ، جنوری ۱۹۸۹ء
بانی:
مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ

نگران

حضرت مولانا محمد رفیع عثمانی

مدیر

محمد تقی عثمانی

ناظم

شجاعت علی ہاشمی

جلد: ۲۳

شمارہ: ۵

جمادی الاولیٰ ۱۴۰۹ھ

جنوری ۱۹۸۹ء

قیمت فی پرچہ: پانچ روپے

سالانہ: پچاس روپے

سالانہ بدل اشتراک:

بیرون ممالک بذریعہ ہوائی ڈاک رجسٹری

ممالک	بدل اشتراک
ریاستہائے متحدہ امریکہ	۲۳۰ روپے
ہانگ کانگ، نائجیریا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، برطانیہ، جنوبی افریقہ، ویسٹ انڈیز، برما، انڈیا، بنگلہ دیش، تھائی لینڈ	۱۸۰ روپے
سعودی عرب، عرب امارات، مسقط، بحرین، عراق، ایران، مصر، کویت	۱۵۰ روپے

خط وکتابت کا پتہ: ماہنامہ "البلاغ" دارالعلوم، کورنگی کراچی

فون: ۳۱۱۲۱۷

پبلشر: محمد تقی عثمانی، دارالعلوم کراچی ۱۴، پرنٹر: مشہور آفسٹ پریس، کراچی

ترتیب

ذکر و فکر

محمد تقی عثمانی
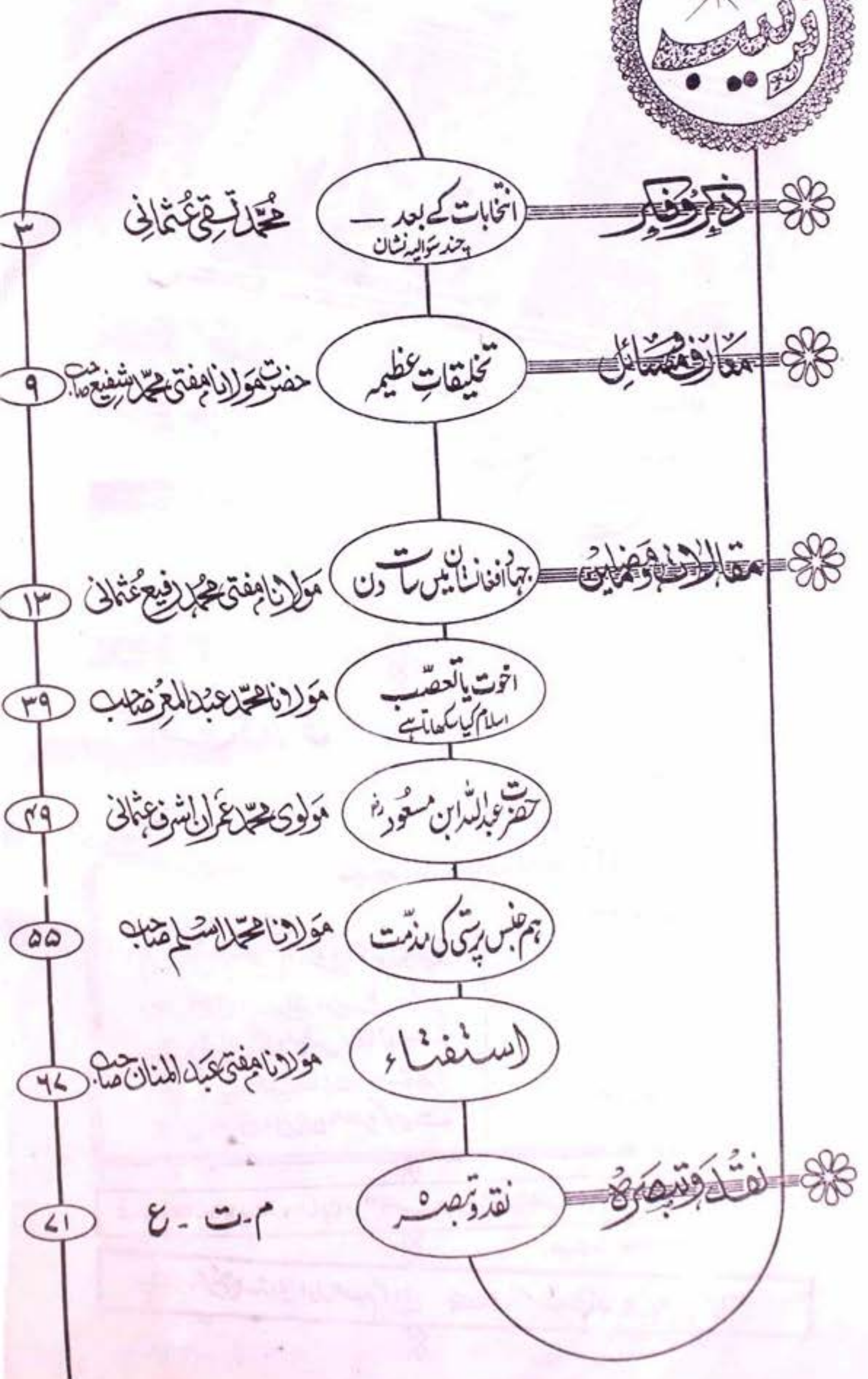
حمد و ستائش اس ذات کیلئے جس نے اس کارخانۂ عالم کو وجود بخشا

اور

درود و سلام اس کے آخری پیغمبرؐ پر جنہوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا

ملک میں قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے عام انتخابات کا مرحلہ گذر گیا۔ وہ گھڑی جس کے انتظار میں سیاسی حلقے عرصۂ دراز سے بیتاب تھے، آگئی، اور اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ امن و امان کے ساتھ گذر گئی۔ اِن انتخابات کے نتیجے میں جو حکومت بننی ہے، تا دمِ تحریر اس کی کوئی واضح شکل سامنے نہیں آئی، چونکہ کسی ایک جماعت نے قومی اسمبلی میں واضح اکثریت حاصل نہیں کی، اس لئے دو حریف جماعتوں کے درمیان دوسرے ارکان کو ہم نوا بناکر حکومت کی تشکیل کیلئے سیاسی جوڑ توڑ کا سلسلہ سرگرمی کے ساتھ جاری ہے، اور قوم اس انتظار میں ہے کہ

دیکھئے اس بحر کی تہہ سے اچھلتا ہے کیا؟
گنبدِ نیلوفری رنگ بدلتا ہے کیا؟

ابھی ملک کے سیاسی مستقبل کی تصویر تو واضح نہیں ہے، لیکن اس بات پر عام طور سے اطمینان اور مسرت کا اظہار کیا جارہا ہے کہ یہ انتخابات پُرامن ماحول میں منعقد ہوئے، بحیثیتِ مجموعی آزادانہ اور غیر جانب دارانہ ہوئے، اور ان کے ذریعے ملک "حقیقی جمہوریت" کی منزل کی طرف گامزن ہوگیا۔ بعض حلقوں کی طرف سے ان انتخابات اور "حقیقی جمہوریت" کے قیام کو ملکی تاریخ کا اہم ترین واقعہ قرار دیکر اس پر اس طرح جشنِ مسرت منایا جارہا ہے جیسے ملک کی اصل منزل یہی تھی، اور اس کے حصول سے قیامِ پاکستان کا مقصد پُورا ہوگیا۔ ملک کے مسائل حل ہوگئے، اور عوام کو کوئی بہت بڑی دولت مِل گئی۔

اس میں شک نہیں کہ حالیہ انتخابات کا یہ پہلو قابلِ شکر ومسرت ہے کہ یہ مرحلہ بڑے امن وامان اور سکون وعافیت کے ساتھ گذر گیا، ورنہ پاکستان میں ہر انتخاب کے موقع پر لوگ بدامنی کے سنگین اندیشوں سے خائف رہتے ہیں، اور ذہنی طور پر اپنے آپ کو بُری سے بُری صورتِ حال کیلئے تیار کرنا شروع کردیتے ہیں۔ یہ اندیشے اس مرتبہ بھی تھے، لیکن بفضلہٖ تعالیٰ چند اکا دکا معمولی واقعات کے سوا ملک بھر میں کسی قابلِ ذکر ہنگامے کی کوئی اطلاع نہیں ملی۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا جتنا شکر ادا کیا جائے، کم ہے۔ اور کوئی شک نہیں کہ انتخابات کے اس پُرامن ماحول کی تشکیل میں حکومت، مسلح افواج، سیاسی جماعتوں اور عوام سب کا کردار قابلِ تحسین وتبریک رہا ہے۔

انتخابات کا یہ پہلو بھی لائقِ تحسین ہے کہ ابتک کسی بھی سیاسی حلقے نے بڑے پیمانے پر کسی مُلک گیر دھاندلی کی شکایت نہیں کی، بعض خطوں اور بعض انتخابی حلقوں میں دھاندلی اور زور زبردستی کی اطلاعات اس مرتبہ بھی ملی ہیں، لیکن بحیثیتِ مجموعی لوگوں نے انتخابات کو منصفانہ اور غیر جانبدارانہ ہی قرار دیا ہے۔ اور اسی وجہ سے شکست کھانے والوں نے بھی بحیثیتِ مجموعی انتخاب کے نتائج کو تسلیم کرلیا ہے، اور انہی نتائج کی بنیاد پر حکومت سازی کا سلسلہ جاری ہے۔

یہ دونوں پہلو بیشک قابلِ مسرت ہیں، اور ان پر خوشی کا اظہار برحق ہے، لیکن جس انداز میں ان انتخابات کو ایک تاریخ ساز واقعہ قرار دیکر اس پر جشنِ مسرت منایا جارہا ہے، اگر اسے ملک کی منزلِ مقصود قرار دیا جارہا ہے، اگر اس کو اس پس منظر میں دیکھا جائے کہ یہ انتخابی مہم کس انداز سے چلی؟ انتخابات کے نتیجے میں کون لوگ اُبھر کر ایوانِ حکومت تک پہنچے؟ اس ملک کی بنیاد کس

تصور پر تھی؟ کس مقصد کیلئے ہزار ہا مسلمانوں نے جان و مال اور عزت و آبرو کی قربانیاں دی تھیں؟ اور ان انتخابات کے نتیجے میں ہم اس مقصد سے قریب آئے ہیں؟ یا دُور ہٹے ہیں؟ تو یہ انتخابات خوشی میں بھنگڑے ڈالنے اور گھی کے چراغ جلانے کے بجائے ہم سے کچھ غور و فکر کا مطالبہ کرتے ہیں۔

اگر اس پہلو سے دیکھا جائے تو یہ انتخابات سوچنے والوں کیلئے بہت سے سوالیہ نشان چھوڑ گئے ہیں، جن کا جواب تلاش کرنا ہم سب کی ذمہ داری ہے۔ کسی خاص ترتیب کے بغیر یہ سوالات مندرجہ ذیل ہیں:۔

(۱) کیا ان "منصفانہ اور آزادانہ" انتخابات کے نتیجے میں واقعۃً زمامِ کار ایسے لوگوں کے ہاتھ میں آگئی ہے جو اس ملک کو مطلوب ہیں؟

(۲) قوم کے نمائندوں میں جو اوصاف مطلوب ہیں، ان کے تعین کے لئے اسلام اور معقولیت کے پیمانوں کے علاوہ موجودہ دستور کی دفعہ ۶۲ میں بھی یہ شرطیں مندرج ہیں:

(د) وہ اچھے کردار کا حامل ہو، اور عمومی طور پر اس بات کی شہرت نہ رکھتا ہو کہ وہ اسلامی احکام کی خلاف ورزی کرتا ہے۔

(ہ) وہ اسلامی تعلیمات کی اچھی واقفیت رکھتا ہو، اسلام کے عائد کردہ فرائض پر عمل کرتا ہو، اور کبیرہ گناہوں سے پرہیز کرتا ہو۔

(د) وہ صاحبِ بصیرت اور نیک ہو، بداخلاق نہ ہو، دیانت دار اور امین ہو۔

کیا حالیہ انتخابات میں امیدواروں کو اس معیار پر پرکھنے کیلئے حکومت اور الیکشن کمیشن سے لیکر ووٹروں تک کسی نے کوئی مناسب کسوٹی استعمال کی ہے؟

(۳) کہا جا رہا ہے کہ انتخابات کے نتیجے میں قوم کی پسند سامنے آگئی ہے، لیکن صورتِ حال یہ ہے کہ جس جماعت نے قومی اسمبلی میں سب سے زیادہ نشستیں حاصل کی ہیں، اور جس کے بارے میں احتمال یہ ہے کہ شاید حکومت وہی بنائے، ایک اخباری اطلاع کے مطابق اُس کو کُل ڈالے گئے ووٹوں میں سے ۳۶ فی صد ووٹ ملے ہیں۔ یہ ۳۶ فی صد ملک کی پوری آبادی کا نہیں، تمام ووٹروں کا نہیں، بلکہ صرف ووٹ ڈالنے والوں کا ۳۶ فی صد حصہ ہیں۔ جس کے معنیٰ یہ ہیں کہ ووٹ ڈالنے والوں میں سے ۶۴ فی صد افراد اس جماعت کے حامی نہیں تھے۔ لیکن ہمارے یہاں انتخابات کا جو نظام رائج ہے، اس کے مطابق قانونی طور پر ان ۳۶ فیصد افراد کی رائے کو نہ صرف اکثریت کی، بلکہ پوری قوم کی پسند قرار دیکر باور یہی کرایا جا رہا ہے کہ

گویا ساری قوم یہی چاہتی تھی، کیا ایسا نظام جو ایک اقلیت کی رائے کو اکثریت بنا کر پیش کرتا ہو، اس کو صحیح معنیٰ میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ عوامی رائے کی ٹھیک ٹھیک نمائندگی کرتا ہے؟

(۴) مغربی جمہوری نظام میں سیاسی جماعتیں اپنے اپنے منشور کی بنیاد پر قائم اور ممتاز ہوتی ہیں، یہ منشور عموماً ملک کے عملی مسائل کا پورا جائزہ لیکر بنایا جاتا ہے، اور جو لوگ کسی پارٹی کے منشور سے متفق ہوتے ہیں، وہ اس جماعت میں شامل ہو جاتے ہیں، پھر اسی منشور کی بنیاد پر وہ جماعت اپنی سیاسی جدوجہد کا آغاز کرتی اور انتخابی مہم میں اس کی تشریح و تفصیل بیان کرتی ہے، اور ووٹران جماعتوں کے منشوروں کا موازنہ کر کے جس جماعت کے منشور کو بہتر سمجھتے ہیں، اس کو ووٹ دیتے ہیں۔

لیکن ہمارے یہاں یہ ہوتا ہے کہ سیاسی جماعتیں کسی منشور کے بغیر سیاسی اور انتخابی مہم شروع کردیتی ہیں، اور انتخابات سے صرف چند روز پہلے چند افراد بیٹھ کر نہایت عجلت میں ایک منشور تیار کرتے ہیں، جس میں اس کے عملی پہلوؤں کا کما حقہٗ جائزہ لینے کا سوال نہیں ہوتا، اور اس طرح منشور کی رسمی خانہ پُری کر کے اس کا اعلان کر دیا جاتا ہے۔ پھر انتخابی مہم میں منشور کے نکات پر کوئی بات کرنے کے بجائے عموماً اپنے مخالفین کے اندر کیڑے نکالنے پر ہی سارا زور صرف ہوتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ ہمارے یہاں جن ووٹروں نے کسی جماعت کے حق میں ووٹ استعمال کئے، اُن میں سے کتنے لوگ ایسے ہوں گے جنہوں نے اس جماعت کا منشور دیکھنے اور پڑھنے کی زحمت اٹھائی ہو؟ یا جنہوں نے مختلف پارٹیوں کے منشوروں کا تقابلی مطالعہ کر کے یہ فیصلہ کیا ہو کہ کونسی جماعت کا منشور ملکی حالات کے لحاظ سے زیادہ موزوں ہو سکتا ہے؟

(۵) مغربی جمہوری نظام میں جو سیاسی جماعتیں انتخابات میں حصہ لیتی ہیں، اُن کا خود اپنا ڈھانچہ بھی جمہوری ہوتا ہے، اور وہ خود اپنی جماعت میں آزادانہ انتخابات کرواتی رہتی ہیں، جن کے نتیجے میں ان کے عہدہ دار متعین ہوتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ہماری سیاسی جماعتوں میں سے کتنی جماعتیں ایسی ہیں جنہوں نے خود اپنے اندر انتخابات کرائے ہیں؟ اور کتنی ایسی ہیں جو خود ساختہ قائدین کے رحم و کرم پر چل رہی ہیں؟ اور اسکے باوجود جمہوریت کی چیمپئن بنی ہوئی ہیں؟

یہ چند سوالات تو خالص جمہوری، آئینی نقطۂ نظر سے تھے۔ جہاں تک اسلام کا تعلق ہے، جس کی بنیاد پر یہ ملک بنا، جس کی خاطر ہزاروں مسلمانوں نے بیش بہا قربانیاں دیں،

جس کے نام پر پورے عالمِ اسلام میں پاکستان کا بھرم قائم ہے، اس کی تعلیمات کو مدِنظر رکھتے ہوئے اپنے ان "جمہوری انتخابات" کا جائزہ لیا جائے تو لاتعداد سوالیہ نشان اُدر اُبھر آتے ہیں، مثلاً :-

جس جمہوریت کو آج حقیقی جمہوریت قرار دیکر جشنِ مسرت منایا جارہا ہے، اور جسے ملک کی حقیقی منزل کہا جارہا ہے، سوال یہ ہے کہ وہ مغرب کی لادینی جمہوریت ہے؟ یا اسلامی جمہوریت ہے؟ اگر یہ "اسلامی جمہوریت" ہے تو وہ کونسا نقطۂ امتیاز ہے جو اسے مغرب کی لادینی جمہوریت سے الگ کرتا ہو؟ حال تو یہ ہے کہ یہاں برطانیہ کی پارلیمانی روایات تک کو وحی کا درجہ دینے کی کوشش کی جارہی ہے، اور اگر یہ لادینی جمہوریت ہے تو کیا یہ لادینی جمہوریت غیر منقسم ہندوستان میں حاصل نہیں ہوسکتی تھی؟

ابھی انتخابات کی تازہ تازہ ہماہمی میں جبکہ لوگ ایک خاص فضا سے مرعوب اور سرشار ہیں، یہ سوالات شاید بے وقت کی راگنی معلوم ہوں، لیکن اگر ہم ایک بامقصد اور نظریاتی قوم کی حیثیت سے زندہ رہنا چاہتے ہیں تو ہمیں ان سوالات پر غور کرکے یہ دیکھنا ہوگا کہ ہمارے مقاصد اور نظریات کے اعتبار سے کیا ہمارے لئے یہ مناسب ہے کہ ہم اپنے نظامِ حکومت کو برطانیہ سے درآمد کرکے ہو بہو اسی کی نقل اتاریں، یا ہمارے دین، ہمارے مقاصد، ہمارے نظریات، ہمارے مسائل اور ہمارے نظامِ زندگی کا تقاضا کچھ اور ہے؟

محمد تقی عثمانی

۱۷ ربیع الثانی ۱۴۰۹ھ

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ

معارف القرآن ✿ سورۃ حم السجدۃ ✿ آیت ۹ تا ۱۲

خلاصہ یہ ہے کہ تخلیق ارض و سما کے اوقات اور دن اور ان میں ترتیب جن روایاتِ حدیث میں آئی ہے اُن میں کوئی روایت ایسی نہیں جس کو قرآن کی طرح قطعی یقینی کہا جا سکے ۔ بلکہ یہ احتمالِ غالب ہے کہ یہ اسرائیلی روایات ہوں مرفوع حدیث نہ ہوں جیسا کہ ابن کثیر نے مسلم ، نسائی کی حدیث کے متعلق اس کی تصریح فرمائی ہے ، اس لئے آیات قرآنی ہی کو اصل قرار دیکر مقصود متعین کرنا چاہئیے ۔ اور آیاتِ قرآنی کو جمع کرنے سے ایک بات تو یہ قطعی معلوم ہوئی کہ آسمان و زمین اور اُن کے اندر کی تمام چیزیں صرف چھ دن میں پیدا ہوئی ہیں ۔ دوسری بات سورۂ حم سجدہ کی آیت سے یہ معلوم ہوئی کہ زمین اور اس کے پہاڑ درخت وغیرہ کی تخلیق میں پورے چار دن لگے تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ آسمانوں کی تخلیق میں دو دن صرف ہوئے جس میں پورے دو دن ہونے کی تصریح نہیں بلکہ کچھ اشارہ اس طرف ملتا ہے کہ یہ دو دن پورے خرچ نہیں ہوئے آخری دن جمعہ کا کچھ حصہ بچ گیا ۔ ان آیات کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ چھ دن میں سے پہلے چار دن زمین پر باقی دو دن آسمانوں کی تخلیق میں صرف ہوئے اور زمین کی تخلیق آسمان سے پہلے ہوئی ۔ مگر سورۂ نازعات کی آیت میں زمین کے پھیلانے اور مکمل کرنے کو صراحۃً تخلیق آسمان کے بعد فرمایا ہے ۔ اس لئے وہ صورت کچھ بعید نہیں جو اوپر بحوالہ بیان القرآن بیان ہوئی ہے کہ زمین کی تخلیق دو حصّوں میں منقسم ہے ۔ پہلے دو دن میں زمین اور اس کے اوپر پہاڑوں وغیرہ کا مادہ تیار کر دیا گیا ۔ اس کے بعد دو دن میں سات آسمان بنائے اس کے بعد دو دن میں زمین کا پھیلاؤ اور اس کے اندر جو کچھ پہاڑ ۔ درخت ۔ نہریں ۔ چشمے وغیرہ بنائے تھے

ان کی تکمیل ہوئی - اس طرح تخلیق زمین کے چار دن متصل نہیں رہے - اور آیت حٰم سجدہ میں جو ترتیب بیان رکھی گئی کہ پہلے زمین کو دو دن میں پیدا کرنے کا ذکر فرمایا - خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ - اس کے بعد مشرکین کو تنبیہ کی گئی - پھر الگ کر کے فرمایا وَجَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ مِنْ فَوْقِهَا وَ بٰرَكَ فِیْهَا وَ قَدَّرَ فِیْهَآ اَقْوَاتَهَا فِیْ اَرْبَعَةِ اَیَّامٍ - اس میں اس پر تو سبھی مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ اربعہ ایام اُن پہلے دو دنوں کو شامل کر کے ہیں - اس سے الگ چار دن نہیں - ورنہ مجموعہ آٹھ دن ہو جائے جو تصریح قرآنی کے خلاف ہے -

اب یہاں غور کرنے سے بظاہر مقتضی مقام کا یہ معلوم ہوتا ہے کہ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ فرمانے کے بعد پہاڑوں وغیرہ کی تخلیق کو بھی فِیْ یَوْمَیْنِ کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا تو اس کا مجموعہ چار دن ہونا خود بخود معلوم ہو جاتا - مگر قرآن کریم نے عنوان تعبیر اس کے بجائے یہ رکھا کہ زمین کی تخلیقات میں سے باقیماندہ کو ذکر کر کے فرمایا کہ یہ کل چار دن ہوئے - اس سے بظاہر اشارہ اس طرف نکلتا ہے کہ یہ چار دن متواتر اور مسلسل نہیں تھے بلکہ دو حصوں میں منقسم تھے دو دن تخلیق سماوات سے پہلے دو دن اُس کے بعد اور آیت مذکورہ میں جو خَلَقَ فِیْهَا رَوَاسِیَ مِنْ فَوْقِهَا الخ کا ذکر ہے یہ آسمانوں کی تخلیق کے بعد کا بیان ہے واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم -

وَجَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ مِنْ فَوْقِهَا - زمین میں پہاڑ اس کے توازن کو درست رکھنے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں جیسا کہ متعدد آیات قرآن میں اس کی تصریح آئی ہے اس کے لئے یہ ضروری نہیں تھا کہ ان پہاڑوں کو زمین کی سطح کے اوپر بلند و بالا کر کے رکھا جائے زمین کے اندر بھی رکھے جا سکتے تھے مگر اوپر رکھنے اور ان کی بلندی کو عام انسانوں جانوروں کی رسائی سے دور رکھنے میں زمین کے بسنے والوں کے لئے ہزاروں بلکہ بے شمار فوائد تھے - اس لئے اس آیت میں مِنْ فَوْقِهَا کے لفظ سے اس خاص نعمت کی طرف اشارہ کر دیا گیا -

وَقَدَّرَ فِیْهَآ اَقْوَاتَهَا فِیْٓ اَرْبَعَةِ اَیَّامٍ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِیْنَ - اقوات - قُوت کی جمع ہے جس کے معنی ہیں رزق اور روزی جس میں عام ضروریات انسانی داخل ہیں - کما قال ابو عبید (زاد المسیر لابن جوزی) -

اور حضرت حسن اور سدی نے اس کی تفسیر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کے ہر حصہ میں اس کے بسنے رہنے والوں کی مصالح کے مناسب رزق اور روزی مقدر فرما دی - مقدر فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ یہ حکم جاری کر دیا کہ اس حصہ زمین میں فلاں فلاں چیزیں اتنی اتنی مقدار سے پیدا ہو جائیں - اسی تقدیر الٰہی سے ہر حصہ زمین کی کچھ خصوصیات ہو گئیں، ہر جگہ مختلف قسم کی معدنیات اور مختلف اقسام کی نباتات اور درخت اور جانور اس خطہ کی ضروریات ان کے مزاج و مرغوبات کے مطابق پیدا فرما دیئے -

اسی سے ہر خطہ کی مصنوعات و ملبوسات مختلف ہوتی ہیں - یمن میں عصب - سابور میں سابوری رئے میں طیالسہ - کسی خطہ میں گندم، کسی میں چاول اور دوسرے غلات، کسی جگہ میں روئی، کسی میں جوٹ، کسی میں سیب انگور اور کسی میں آم، اس اختلاف اشیاء میں ہر خطہ کے مزاجوں کی مناسبت بھی ہے اور عکرمہ اور ضحاک کے قول کے مطابق یہ فائدہ بھی ہے کہ دنیا کے سب خطوں اور ملکوں میں باہمی تجارت اور تعاون کی راہیں کھلیں - کوئی

خطہ دوسرے خطہ سے مستغنی نہ ہو۔ باہمی احتیاج ہی پر باہمی تعاون کی مضبوط تعمیر ہو سکتی ہے۔ عکرمہ نے فرمایا کہ بعض خطوں میں نمک کو سونے کی برابر تول کر فروخت کیا جاتا ہے۔

گویا زمین کو حق تعالیٰ نے اس پر بسنے والے انسانوں اور جانوروں کی تمام ضروریات، غذا، مسکن اور لباس وغیرہ کا ایک ایسا عظیم الشان گدام بنا دیا ہے۔ جس میں قیامت تک آنے اور بسنے والے اربوں اور کھربوں انسانوں اور لاتعداد جانوروں کی سب ضروریات رکھدی ہیں، وہ زمین کے پیٹ میں بڑھتی اور حسب ضرورت قیامت نکلتی رہیں گی۔ انسان کا کام صرف یہ رہ گیا کہ اپنی ضروریات کو زمین سے نکالکر اپنی ضرورت کے مطابق استعمال کرے۔ آگے آیت میں فرمایا۔ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ اس جملہ کا تعلق اکثر حضرات مفسرین نے اربعہ ایام کے ساتھ قرار دیا ہے۔ معنی یہ ہیں یہ سب تخلیقاتِ عظیمہ ٹھیک چار دن میں ہوئی ہیں اور چونکہ عرف میں جس کو چار کہدیا جاتا ہے وہ کبھی چار سے کچھ کم کبھی کچھ زیادہ بھی ہوتا ہے۔ مگر کسر کو حذف کرکے اس کو چار ہی کہدیتے ہیں۔ آیت میں اس جگہ سوآءً بڑھاکر اس احتمال کو قطع کرکے یہ بتلا دیا کہ یہ کام پورے چار دن میں ٹھیک ہوا ہے اور "للسّائلین" فرمانے کے معنی یہ ہیں کہ جو لوگ آسمان زمین کی تخلیق کے متعلق آپ سے سوالات کر رہے ہیں جیسا کہ یہود کا سوال کرنا تفسیر ابن جریر اور درمنثور میں منقول ہے ان سوالات کرنے والوں کو یہ بتلا دیا گیا ہے کہ یہ سب تخلیق ٹھیک چار دن میں ہوئی ہے (ابن کثیر، قرطبی، روح)

اور بعض مفسرین ابن زید وغیرہ نے لِلسَّآئِلِيْنَ کا تعلق قَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا کے ساتھ قرار دیا ہے اور سائلین کے معنی طالبین و محتاجین کے لئے ہیں۔ اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ زمین میں اللہ تعالیٰ نے جو مختلف اجناس و اقسام کی اقوات و ضروریات پیدا فرمائی ہیں۔ یہ اُن لوگوں کے فائدے کے لئے ہیں جو ان کے طالب اور حاجتمند ہیں اور چونکہ طالب و محتاج عادتاً سوال کیا کرتا ہے اس لئے اس کو سائلین کے لفظ سے تعبیر کر دیا۔ (بحر محیط)

اور ابن کثیر نے اس تفسیر کو نقل کرکے فرمایا کہ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا۔

اٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے وہ سب چیزیں عطا فرمائی۔ جو تم نے مانگی کیونکہ یہاں بھی مانگنے سے مراد اُن کا حاجتمند ہونا ہے۔ سوال کرنا شرط نہیں، کیونکہ حق تعالیٰ نے یہ چیزیں نہ مانگنے والوں کو بھی عطا فرمائی ہیں۔

فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَآ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ ۔ یہ آسمان و زمین کو خطاب کرکے حکم دینا اور ان کا اطاعت و فرمانبرداری سے جواب دینا بعض مفسرین کے نزدیک مجاز ہے کہ زمین و آسمان اللہ تعالیٰ کے تابع فرمان ہر کام کے لئے تیار پائے گئے۔ مگر ابن عطیہ اور دوسرے محققین ائمہ تفسیر نے فرمایا کہ اس میں کوئی مجاز نہیں۔ سب اپنی حقیقت پر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین میں شعور و ادراک خطاب کے سمجھنے کا بھی پیدا فرما دیا تھا اور ان کو گویائی کی طاقت بھی جواب دینے کے لئے عطا فرما دی تھی۔ تفسیر بحر محیط میں اس کو نقل کرکے فرمایا ہے کہ یہی تفسیر احسن اور بہتر ہے۔

ابن کثیر نے اس کی تشریح کرکے بعض کا قول بھی نقل کیا ہے کہ زمین کی طرف سے یہ جواب اُس حصہ زمین نے دیا تھا جس میں بیت اللہ کی تعمیر ہوئی اور آسمان کے اُس حصہ نے جو بیت اللہ کے بالمقابل ہے (جس کو بیت المعمور کہا جاتا ہے)۔

لڑکیوں کی پرورش کی فضیلت

سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے تین لڑکیوں یا تین بہنوں کے اخراجات برداشت کئے اور اُن کو ادب سکھلایا اور رحم و شفقت کا برتاؤ کیا یہانتک کہ وہ اُس کے خرچ سے بے نیاز ہوگئیں تو اللہ تعالیٰ اُس کے لئے جنّت واجب فرمادیں گے۔
ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر دو لڑکیاں یا دو بہنیں ہوں جن کی پرورش کی ہو تو اس بارے میں کیا حکم ہے۔ فرمایا "اس کے لئے بھی یہی فضیلت ہے"۔
راوی کہتے ہیں کہ اگر ایک لڑکی کے بارے میں سوال کیا جاتا تو آپ ایک کے لئے بھی یہی فضیلت بتاتے۔ (مشکوٰۃ)

حضورؐ نے فرمایا کہ افضل ترین صدقہ یہ ہے کہ تم اپنی لڑکی پر خرچ کرو، جو طلاق کی وجہ یا بیوہ ہو کر تمہارے پاس (شوہر کے گھر سے) واپس آگئی کہ تمہارے علاوہ کوئی اس کے لئے کمائی کرنے والا نہیں ہے۔

محمد رفیع عثمانی
مفتی و صدر دارالعلوم کراچی

جہاد افغانستان میں سات دن

ایمان افروز واقعات اور مشاہدات و تأثرات

(۳)

ناچیز کو جب اس جوان سال امیر المجاہدین کی شہادت کی خبر ملی، اور فیصل آباد جانا ہوا تو ان کے ضعیف والد صاحب کی خدمت میں بھی تعزیت کیلئے حاضر ہوا، صبر و استقامت کے اس پیکر کی آنکھوں میں بے اختیار آنسو تو چھلک آئے، مگر زبان پر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا، اور دعاؤں کے سوا کچھ نہ تھا۔

مولانا ارشاد صاحب شہیدؒ کے ساتھ جن ۲۱ جانبازوں نے جامِ شہادت نوش کیا تھا، اُن میں چھ افغان مجاہدین تھے، اور ۱۵ پاکستان کے دینی مدارس کے وہ طلبہ تھے جو "حرکۃ الجہاد الاسلامی" کے تحت شریک جہاد تھے، ان میں ۶ طلبہ دارالعلوم کراچی کے تھے۔

شرعی ضابطہ یہ ہے کہ معرکۂ جہاد میں شہید ہونے والوں کو نہ غسل دیا جاتا ہے، نہ کفن، بلکہ اسی حالت میں نمازِ جنازہ پڑھ کر اعزاز کے ساتھ دفن کر دیا جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ (آخرت میں) شہید اس حالت میں آئے گا کہ اُس کا خون بہہ رہا ہوگا جس کا رنگ تو خون کا ہوگا اور خوشبو مشک کی ہوگی۔ یہ مجاہد طلبہ جب ۲۱ شوال کو دشمن پر حملے کیلئے روانگی کی تیاری کر رہے تھے

تو انہوں نے اس اُمید پر غسل کیا تھا کہ شہید ہوں گے، جن کو میسر ہوئی خوشبو بھی لگائی ۔

عجیب بات یہ ہے کہ غسل کرنے والے تمام ہی طلبہ کو شہادت نصیب ہوئی ۔

یہ سب گم نامی میں اپنا سفرِ حیات پورا کرنے والے وہ پاکباز شہداء ہیں، جنہوں نے اسلام کی عظمت وحفاظت کیلئے جان کی بازی لگا کر آخرت کی نوجیات جاوداں پالی ۔

بے تکلف خندہ زن ہیں فکر سے آزاد ہیں
پھر اُس کھوئے ہوئے فردوس میں آباد ہیں

مگر دنیا کو اُن کے حالات تو کجا، نام بھی معلوم نہیں، کاش! میں ہر ایک کے حالات لکھ کر ان کی عظمتوں کو کچھ خراجِ عقیدت پیش کر سکتا ۔

محبّت مجھے اُن جوانوں سے ہے
ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند

تاہم اپنے اُن چھ جگر گوشوں کا مختصر تذکرہ تو کر سکتا ہوں، جو دار العلوم کراچی کے ہونہار طلبہ تھے، اور ہماری ہی پدرانہ آغوش سے سالانہ تعطیلات میں جُدا ہوئے تھے ۔

یہ مجاہد طلبہ جب ۶ شوال کو دشمن پر حملے کیلئے روانگی کی تیاری کر رہے تھے تو انہوں نے اِس اُمید پر غسل کیا تھا کہ شہید ہونگے ۔ اور غسل کرنیوالے تمام ہی طلبہ کو شہادت نصیب ہوئی ۔

(۱) حافظ قاری امیر احمد شہید گلگتی :

حاجی شیر احمد خان صاحب کے یہ صاحبزادے گلگت میں پیدا ہوئے، قرآنِ کریم حفظ کر کے فنِ قراءۃ وتجوید کا دو سالہ نصاب، مدرسہ تجوید القرآن راولپنڈی میں مکمل کر کے، درسِ نظامی کیلئے دار العلوم کراچی میں حلقۂ متوسطہ میں داخل ہو گئے، اُس وقت عمر ۱۲ یا ۱۳ سال تھی، پھر آخر تک یہیں زیرِ تعلیم رہے، شہادت کے وقت عمر ۲۰ سال ہونے کو تھی، مرحلۂ عالیہ کی تکمیل کر چکے تھے، صرف ۲ سال کی تعلیم باقی رہ گئی تھی ۔ امتحانات میں اول آتے اور انعامات حاصل کرتے رہے۔

نماز پنجگانہ تکبیر اولیٰ کے ساتھ پڑھنے کا اہتمام تھا، ہر جمعرات اور پیر کو روزہ رکھتے، تقریباً نصف شب تک اسباق کے مطالعہ اور تکرار میں مشغول رہتے، اخیر شب میں پھر اُٹھ کر

اسباق کو یاد کرنے میں منہمک ہو جاتے۔ اپنی اِن صفات کے باعث اساتذۂ کرام کے منظورِ نظر تھے۔

شہادت سے ایک سال قبل سنہ ۱۹۸۴ء میں جب دارالعلوم کی سالانہ تعطیلات ہوئیں تو والدین سے اجازت پہلے سے لے رکھی تھی، یہاں سے سیدھے افغانستان جاکر شریکِ جہاد ہوئے اور تعطیلات ختم ہونے سے پہلے وہیں سے چند روز کیلئے اپنے گھر گلگت چلے گئے۔ کراچی واپسی کے وقت والدین سے آئندہ سال پھر جہاد میں جانے کی اجازت طلب کی، تو والد صاحب نے فرمایا کہ

"ایک مرتبہ تم جہاد میں حصہ لے چکے ہو، حافظ، قاری بھی ہو چکے ہو، مزید تعلیم میں مشغول رہو، یہی تحصیلِ علم بذاتِ خود جہاد ہے۔"

بیٹے نے ادب سے عرض کیا کہ

"جہادِ افغانستان میں ہمیں جن حالات و واقعات کا مشاہدہ ہوا ہے، انکی موجودگی میں خاموش تماشائی بنکر بیٹھ رہنا، غیرتِ ایمانی کے خلاف ہوگا، وہاں ماؤں بہنوں کی عصمتیں لٹ گئیں، مساجد اور مدارس کو مویشی خانہ بنادیا گیا، آبادیاں ویران اور فصلیں تباہ ہو چکی ہیں۔"

والد صاحب نے ان کا جذبہ دیکھ کر دوبارہ جہاد میں شرکت کی اجازت دیدی ـ مگر ماں نے کہا:

"بیٹا! ہمارا بھی تم پر حق ہے، سال بھر آنکھوں سے اوجھل رہتے ہو، ہم تمہارے آنے پر خوشی مناتے ہیں، کم از کم تعطیلات تو ہمارے ساتھ گذار لیا کرو۔"

عظیم بیٹے نے لجاجت سے کہا:

"پیاری امی! میں نے دُنیا کی چند روزہ خوشیاں آخرت کی دائمی خوشیوں پر قربان کردی ہیں، اب دُنیا کی خوشیوں کی توقعات میرے ساتھ وابستہ نہ رکھیں، انشاءاللہ آخرت میں ہم سب کو دائمی خوشیاں ملیں گی۔"

ماں کی ممتا نے بھی اجازت دیدی۔

چنانچہ اگلے سال تعطیلات میں دوبارہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ افغانستان میں ارغون کے محاذ پر پہنچ گئے، اور ۶ شوال ۱۴۰۵ھ کو "شرنہ" کے خوں ریز معرکے میں جامِ شہادت نوش کیا۔

جوہرِ انساں عدم سے آشنا ہوتا نہیں
آنکھ سے غائب تو ہوتا ہے فنا ہوتا نہیں

(۲) حافظ محمد عبداللہ شہید گلگتی:

حاجی عبدالخالق صاحب کے یہ ہونہار فرزند ۱۹۶۴ء کو گلگت میں پیدا ہوئے، مقامی اسکول میں چوتھی جماعت تک پڑھنے کے بعد اسکول کے ماحول سے دل اُچاٹ ہوگیا، اور دینی تعلیم کا شوق پیدا ہوا، مگر اس کے مواقع میسر نہ آئے، البتہ کچھ زمانہ تبلیغی جماعت میں لگایا، پھر سولہ سال کی عمر میں دارالعلوم کراچی میں داخل ہوئے، ان کے والد صاحب کا بیان ہے کہ "میں نے ان کو ہدایت کردی تھی کہ ۳ سال سے پہلے گھر نہ آنا، چنانچہ یہ ۳ سال تک تعطیل کا زمانہ تبلیغ میں لگاتے رہے ۳ سال بعد تعطیلات میں گھر آئے، اور پھر دارالعلوم چلے گئے، اب انہیں پھر ۳ سال بعد ۱۹۸۶ء میں گھر آنا تھا، لیکن ۱۹۸۵ء کی تعطیلات سے پہلے انہوں نے ایک خط میں لکھا کہ:

"میری تمنا ہے کہ میں روزِ قیامت سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شرفِ ملاقات حاصل کروں، اس لئے آپ مجھے جہادِ افغانستان میں شرکت کی اجازت دیدیں۔"

میں نے تعطیلات میں محاذ پر جانے کی اجازت دیدی"۔

چنانچہ یہ بھی تعطیلات میں ارغون کے محاذ پر چلے گئے، اور وہیں سے ۶ شوال کو شرنہ کے خوں ریز معرکے میں شریک ہوئے، اور اپنے امیر کے ساتھ شہادت سے سرفراز ہوئے۔

"وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا ط بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ۝ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ"

جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کردیئے گئے، انہیں مُردہ نہ کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے پروردگار کے مقرب ہیں، ان کو رزق ملتا ہے، وہ اُن نعمتوں سے خوش ہیں، جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے عطا فرمائی ہیں۔

(۳) عبدالواحد شہید ایرانی:

ایران کے سُنّی خاندان کے یہ فرزند علمِ دین کی پیاس لیکر پاکستان آئے، اور مختلف مدارس میں زیرِ تعلیم رہے، پھر دارالعلوم کراچی میں داخلہ لے لیا، ذہن میں یہ بات راسخ تھی کہ مسلم قوم کو جہاد کے بغیر عزت نہیں مل سکتی۔ ۱۴۰۵ھ کی سالانہ تعطیلات میں ارغون کے محاذ پر مصروفِ جہاد رہے، اور شرنہ کے معرکہ میں دادِ شجاعت دیتے ہوئے شہادت

کی عظمتوں سے سرفراز ہوئے۔

سردیٔ مرقد سے بھی افسردہ ہو سکتا نہیں
خاک میں دب کر بھی اپنا سوز کھو سکتا نہیں

(۴) عبدالرحمٰن شہید افغانیؒ:

یہ محمد اعظم صاحب زکریائی کے فرزند ہیں، افغانستان کے علاقے "رستاق" تخار میں پیدا ہوئے، ان کے بعض اہلِ خاندان اور رشتہ داروں کو ظالم روسی فوج نے شہید کر دیا تھا، یہ اُس وقت بچے تھے، اپنے خاندان سے بچھڑ گئے، کسی نہ کسی طرح مہاجرین کے قافلہ میں شامل ہو کر پیدل چلتے ہوئے پاکستان پہنچے، اور مختلف دینی مدارس میں تعلیم حاصل کرتے رہے، ۱۴۰۳ھ میں دارالعلوم کراچی میں داخل ہو گئے، اور سالانہ امتحان میں اعلیٰ نمبروں سے کامیاب ہوتے رہے، کہیں سے جلد سازی کا کام سیکھ لیا تھا، فارغ اوقات میں طلبہ کی کتابوں کی جلدیں بنا کر جو پیسے مل جاتے اُن سے کپڑے وغیرہ بنا لیتے۔ روسی کافروں سے انتقام لینے کا جذبہ انہیں بے چین رکھتا تھا۔ بالآخر ۱۴۰۵ھ کی تعطیلات میں جبکہ درسِ نظامی سے فارغ التحصیل ہونے میں صرف ایک سال باقی رہ گیا تھا، ارغون کے محاذ پر چلے گئے، وہاں نمایاں کارنامے انجام دیئے، اور کئی روسیوں کو جہنم رسید کیا، پھر تعطیلات کے آخر میں "شرنہ" کے محاذ پر دلیری سے لڑتے ہوئے شہادت سے ہمکنار ہو گئے۔ اُس وقت عمر کا بیسواں سال تھا۔

۶ر شوال ۱۴۰۵ھ کی شام کو جب زندگی کے اس آخری معرکہ کیلئے روانہ ہو رہے تھے، اُسی روز پاکستان آنے والے کسی ساتھی کو ایک خط دیا جو میرے بیٹے مولوی محمد زبیر عثمانی سلمہٗ کے نام تھا، یہ دونوں ہم جماعت تھے، وہ خط اس وقت میرے سامنے ہے، اس میں لکھا تھا کہ:

"بندۂ ناچیز کو اپنی دُعاؤں میں یاد رکھیں، تاکہ اللہ مجھ کو اور باقی ساتھیوں کو جہادِ مقدس کی راہ میں استقامت اور صبر و ہمت عطا فرمائیں، اور اپنی راہ میں قبول فرمائیں، اور تمام مسلمانوں کو اس راستہ میں نکلنے کی توفیق عطا فرمائیں، اور آپ کو بھی۔ اس لئے کہ اس کے بعد زندگی گذارنا بدونِ جہاد مشکل ہے۔ جہاد "ذِرْوَةُ سِنَامِ الدِّيْن" اسی وقت بن سکتا ہے جب ہم اس دین کی حفاظت کیلئے پوری اپنی جان و مال قربان کر دیں، — آخر کو مرنا ہے، پھر کیوں شہید ہو کر نہ مریں، "وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ

الَّا بِاِذْنِ اللّٰہ"۔

یہ خط ان کی شہادت کے بعد وصول ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ٥

زندگی کی آگ کا انجام خاکستر نہیں
ٹوٹنا جس کا مقدر ہو، یہ وہ گوہر نہیں

(۵) محمد اقبال شہید گلگتیؒ:

عبدالرحمن صاحب کے یہ فرزند گلگت میں پیدا ہوئے۔ ۱۸ سال کی عمر میں دارالعلوم کراچی میں داخل ہو گئے، طبیعت میں نفاست اور نزاکت، مگر دل جذبۂ جہاد سے معمور تھا۔ ۱۴۰۵ھ کی تعطیلات میں جبکہ اپنی تعلیم کا "مرحلۂ ثانویہ خاصہ" مکمل کر چکے تھے، اور عمر ۲۰ سال تھی، ارغون کے محاذ پر مصروفِ جہاد رہے، اور ۶ شوال کے معرکہ "شَرَنہ" میں اپنے امیر کے ساتھ شہادت پاکر ایثار و قربانی کی مثال قائم کر گئے۔

زندگانی تھی، تری مہتاب سے تابندہ تر
خوب تر تھا صبح کے تارے سے بھی تیرا سفر

(۶) مولوی محمد سلیم شہید برمیؒ:

عبدالہادی صاحب کے یہ سعادتمند صاحبزادے ۱۹۶۱ء میں ملکِ برما میں پیدا ہوئے، وہیں ابتدائی دینی تعلیم حاصل کی، اور مسلمانوں پر وہاں کی سوشلسٹ حکومت کے مظالم ہوتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھے، جن کے باعث لاکھوں مسلمان اپنے دین اور عزت کو بچانے کیلئے ہجرت پر مجبور ہو گئے۔ یہ اس نیت سے پاکستان آئے کہ اسلامی علوم حاصل کر کے اپنے بیکس ہموطن مسلمانوں کو جہاد کیلئے تیار کریں، اور دارالعلوم کراچی میں ۳ سال زیرِ تعلیم رہے، ۱۹۸۵ء تک مرحلۂ عالیہ کی تکمیل کر چکے تھے۔ درسِ نظامی کے صرف دو سال باقی تھے۔ جہاد میں جاتے وقت اپنے ساتھیوں سے کہا کہ "دعا کرنا مجھے شہادت نصیب ہو جائے"۔

طبیعت میں ظرافت تھی، محاذ پر عین اُس وقت جبکہ آگ اور گولوں کی بارش ہو رہی ہوتی، مجاہدین ان کے مزاحیہ چٹکلوں سے محظوظ ہوتے رہتے۔ ایک مرتبہ ان کو تین رفقاء کے ساتھ گشت کی ڈیوٹی پر بھیجا گیا، واپسی میں یہ چاروں مجاہدین راستہ بھول گئے، ایک ساتھی نے مشورہ دیا کہ مقررہ قاعدے کے مطابق ۳ فائر کئے جائیں، ہمارے ساتھی ان کی آواز سنکر مخصوص جوابی فائر کریں گے،

اس طرح ہمیں سمت کا اندازہ ہو جائے گا۔" مگر دوسرے ساتھی نے کہا "فائر کیسے کریں؟ ہم دشمن کی چوکی کے بالکل قریب ہیں۔" سلیم بولے:

"آہستہ سے فائر کر دو کہ دشمن نہ سن سکے۔"

موصوف ۱۴۰۵ھ کے شرنہ کے معرکہ میں شدید زخمی ہو گئے، ان کو دوسرے زخمیوں کے ساتھ پاکستان لانے کیلئے ایک اونٹ پر باندھ دیا گیا، خود بیٹھنے پر قادر نہ تھے، دوسرے زخمی ساتھیوں کو بھی اسی طرح اونٹوں پر باندھ دیا گیا تھا۔ ابتدائی طبی امداد، دور دور میسر نہ تھی کہ زخموں سے بہتے ہوئے خون ہی کو روکا جا سکتا، گرم دجوان خون مسلسل بہتا رہا، یہاں تک کہ راستہ ہی میں اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے، "شرنہ" کے قریب، راستہ کے ایک افغانی گاؤں "موش خیل" میں لاش پہنچائی گئی۔

یہاں یہ واقعہ پیش آیا کہ پچھلے گاؤں "کوٹ وال" کے لوگ آ گئے، اور "موش خیل" کے باشندوں سے کہا کہ ہم اس شہید کو بھی اپنے گاؤں لے جانا چاہتے ہیں، تاکہ جہاں ان کے امیر اور دیگر شہداء کو رکھا گیا ہے، اسی قبرستان میں ان کو بھی رکھا جائے۔ موش خیل والے اس پر کسی طرح تیار نہ ہوئے، انہوں نے کہا "یہ کیسے ہو سکتا ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت ہمیں بخشی ہے، ہم ان کو اپنی بستی میں رکھیں گے، بڑی گرما گرم بحث و تکرار کے بعد بالآخر ان کو "موش خیل" ہی میں سپردِ خاک کیا گیا تو گاؤں والوں کی آنکھوں سے ٹپکتے ہوئے آنسو، اس پردیسی شہید کو نذرانۂ عقیدت پیش کر رہے تھے۔

سرِ خاکِ شہیدے، برگہائے لالہ می پاشم
کہ خونش با نہالِ ملتِ ما سازگار آمد

اس معرکہ کے زخمی طلبہ:

جو طلبہ زخمی ہو گئے تھے، اُن کو بدقتِ تمام تقریباً ۳ دن کے جان توڑ سفر کے بعد پاکستان کے شہر "ٹانک" ضلع ڈیرہ اسماعیل خان پہنچا کر ہسپتال میں داخل کیا گیا، جیسے ہی یہ خبر دارالعلوم کراچی پہنچی، یہاں کے دارالطلبہ (ہوسٹل) کے ناظم جناب مولانا محمد اسحاق صاحب جو طلبہ کو شب و روز ماں باپ کی سی راحت رسانی کی فکر میں رہتے ہیں اور یہ ہونہار طلبہ پر خصوصیت سے بہت شفیق ہیں، بے تاب ہو کر کراچی سے بذریعہ بس روانہ ہو گئے، ڈیرہ اسماعیل خان سے ہوتے ہوئے ٹانک پہنچے، اور ان شاہین بچوں کی دیکھ بھال میں تیمارداروں کا ہاتھ بٹایا۔

انہی زخمی طلبہ میں دارالعلوم کراچی کے طالب علم مولوی محمد سلیم سلمہٗ تھے، جن کا دایاں بازو بم کے ٹکڑے اور گولی لگنے سے ٹوٹ گیا تھا، بحمداللہ اب بڑی حد تک تندرست ہوگئے ہیں، درسِ نظامی کے آخری سال "دورۂ حدیث" میں زیرِ تعلیم ہیں، اور اب بھی پابندی سے ہر سال تعطیلات نہ صرف محاذ پر گذارتے ہیں، بلکہ خطرناک مہمات میں بھی ماشاءاللہ پیش پیش رہتے ہیں، مجھے "شرنہ" کے معرکہ کی بہت سی تفصیلات انہی کی زبانی معلوم ہوئیں — (اور باقی تفصیلات حرکۃ الجہاد الاسلامی کے ایک کتابچہ "شہداءِ حرکۃ الجہاد الاسلامی" سے حاصل کی گئی ہیں۔)

جہاں میں اہلِ ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے

ان گمنام مجاہدین اور شہداء کا تذکرہ اختصار کی پوری کوشش کے باوجود بھی خاصا طویل ہوگیا، مگر بہرحال یہ اُن کا حق تھا، اور ناچیز کے اس سفرنامے کا مقصود بھی صرف اپنے سفر کا حال لکھنا نہیں، بلکہ یہ ہے کہ جہادِ افغانستان جن حالات میں ہو رہا ہے، اور مجاہدین جس اخلاص و للّٰہیت کے ساتھ جان کی بازی لگا کر پاکستان اور عالمِ اسلام کیلئے اُمیدوں کے چراغ روشن کر رہے ہیں، ان کی ایک جھلک قارئین کے سامنے آجائے — بہرکیف! اب اپنے سفر کی روداد جہاں سے چھوڑی تھی وہیں سے شروع کرتا ہوں۔

دفتر میں آکر ہم نے مغرب کی نماز باجماعت ادا کی، اور سفر کے اگلے مراحل کی تفصیلات طے کرنے لگے، کھانا جو غالباً مجاہدین ہی نے تیار کیا تھا، کھا کر عشاء کی نماز پڑھی، اور دیر تک مجاہدین سے محاذ کی تازہ ترین صورتِ حال، اور "جنیوا سمجھوتہ" جس کے مذاکرات جنیوا میں چل رہے تھے، اُس کے مختلف پہلوؤں پر تبادلۂ خیال ہوتا رہا۔

یہ شعبان کی ۱۵ویں شب یعنی "شبِ برات" تھی، اس میں ویسے بھی عبادت کیلئے جاگنا ہوتا ہے، اس لئے پروگرام یہ طے ہوا کہ اس وقت تو سب سو جائیں، اور ۳ بجے اُٹھ کر اگلی منزل کی طرف روانہ ہو جائیں گے، اور بس ہی میں تلاوت اور ذکر و دُعا کرتے ہوئے سفر کو جاری رکھا جائے گا۔ ہماری گذشتہ رات جو کراچی میں گذری تھی، اُس میں صرف ۳ گھنٹے سو سکے تھے، پھر نمازِ فجر سے اِس وقت تک بھی مسلسل سفر اور مصروفیت کے باعث کسی کو کمر سیدھی کرنے کا موقع نہ ملا تھا، بالآخر ۱۲ بجے کے قریب دفتر میں بچھے ہوئے فرش پر جس کو جہاں موقع ملا پڑ کر سو گیا، مجھے نیند

ہمیشہ ہی بہت دیر سے آتی ہے، اور آج تو محاذ پر جانے کا شوق بھی سونے نہیں دے رہا تھا۔
بہت دیر میں نہ جانے کب آنکھ لگی۔

اتوار۔ ۱۵ شعبان ۱۴۰۸ھ۔ ۳ اپریل ۱۹۸۸ء

اخیر شب میں ۳ بجے کے قریب آنکھ کھلی تو دفتر کے اندر اور باہر اچھی خاصی چہل پہل تھی، مجاہدین سفر کی تیاری کر رہے تھے۔ بس پہلے ہی کرایہ پر لے لی گئی تھی، سب نے جلدی جلدی ضروریات سے فراغت حاصل کی، اور وضو کر کے اُس میں سوار ہو گئے، پھر بھی شہر سے نکلتے نکلتے ۴ بج چکے تھے۔ ڈیرہ اسماعیل خان سے ہمارے قافلے میں یہاں کے دفتر کے ناظم جناب قاری نعمت اللہ صاحب اور دو مزید پاکستانی مجاہدین شامل ہو گئے تھے۔ اب یہ قافلہ بیس افراد پر مشتمل تھا، بس رات کی تاریکی اور سناٹے کو چیرتی ہوئی تیزی سے شمال مغرب کی طرف دوڑنے لگی، اور بیشتر ساتھی، تلاوت اور ذکر دُعا میں مشغول ہو گئے۔ یہ بس بڑی اور نئی تھی، سیٹیں بھی آرام دہ تھیں۔ اخیر شب کی لطیف اور خنک ہوائیں تلاوت اور ذکر و مناجات، شب برات کی نورانیت اور سفرِ جہاد کے ایمان افروز جذبات نے مِل کر ماحول پر عجیب وَجد کی سی کیفیت طاری کر دی۔ دل چاہتا تھا یہ سفر کبھی ختم نہ ہو۔

شرابِ بے خودیٔ شوق بھی کیا جانئے کیا شے ہے
برابر پی رہا ہوں، اور ذرا تسکیں نہیں ہوتی

سواہ بجے کے قریب ہم شہر "ٹانک" کے مضافات میں پہنچ گئے، مولانا محمد اسحاق صاحب نے، جو اس وقت رفیقِ سفر تھے، یاد دلایا کہ یہ وہی شہر ہے جہاں ۱۹۸۵ء میں "شرنہ" کے معرکہ میں زخمی ہونے والے طلبہ کو لا کر ہسپتال میں داخل کیا گیا تھا۔ مجھے اب احساس ہوا کہ مولانا موصوف کراچی سے بس کا کتنا لمبا سفر کر کے تنہا یہاں آئے تھے، یہاں تک پہنچنے میں کم از کم دو دن ضرور لگے ہوں گے، مگر طلبہ کے ساتھ ان کی غیر معمولی محبت و شفقت بھی ایسی پُرخلوص ہے کہ کبھی انہوں نے اس سفر کی طوالت اور صعوبت کا اشارۃً بھی تذکرہ نہ کیا۔

سڑک کے کنارے ایک ناہموار میدان تھا، بس اُس کے آخری حصہ میں ایک نیم پختہ ہوٹل کے سامنے جا کر رُکی۔ یہاں ایک خالی بس پہلے سے کھڑی تھی، جس کے مسافر ہوٹل کے چبوترے پر باجماعت نمازِ فجر ادا کر رہے تھے۔ وضع قطع سے یہ بھی افغانستان جانے والے مجاہدین معلوم ہوتے تھے، ہم تازہ وضو کر کے نماز کیلئے پہنچے تو یہ حضرات فارغ ہو کر تیزی سے بس میں آگے روانہ ہو گئے۔

یہاں کا ماحول کچھ ایسا پُر کیف محسوس ہوا، جیسا مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ جاتے ہوئے، راستے کی منزلوں رابغ، "مستورہ"، اور بدر" وغیرہ میں ہوا کرتا ہے۔ کراچی اور ملتان میں اچھی خاصی گرمی چھوڑ کر آئے تھے، یہاں اس وقت خوشگوار سردی محسوس ہو رہی تھی۔

نماز باجماعت سے فارغ ہو کر ساتھیوں نے بتایا کہ اس ہوٹل میں جو کچھ میسر ہے، اُسی سے ناشتہ کر لیا جائے، آگے دوپہر سے پہلے کچھ نہ مل سکے گا، کچھ بسکٹ اور کچھ اُبلے ہوئے انڈے مل گئے، جو سب نے مل کر کھائے، اور چائے پی کر طلوعِ آفتاب سے پہلے ہی آگے روانہ ہو گئے۔ بس اب مغرب کی سمت میں جا رہی تھی۔

بادِ صبا کی موج سے، نشو و نمائے خار و خس
میرے نفس کی موج سے، نشو و نمائے آرزو

جنوبی وزیرستان میں:

کافی دیر سیدھے چلنے کے بعد سڑک رفتہ رفتہ بل کھاتی ہوئی، پہاڑی علاقے میں داخل ہو گئی، یہ "جنوبی وزیرستان" کا خوبصورت علاقہ شروع ہو گیا تھا۔ دونوں طرف چھوٹی بڑی پہاڑیاں، اونچی نیچی زمین پر لہلہاتی کھیتیاں، دُور تک پھیلی ہوئی خاموش وادیاں، پہاڑی ندیاں، اور کہیں کہیں سرد و شیریں پانی کے قدرتی چشمے! یہ آزاد علاقہ ہے، جسے عُرفِ عام میں "علاقۂ غیر" کہا جاتا ہے، یہاں قبائلی زندگی کا راج ہے، ہر قبیلہ آزاد ہے، جس پر کسی کی حکومت نہیں، جابجا پہاڑوں اور اونچے نیچے میدانوں میں بستیاں ہیں، ماشاء اللہ خوب آباد علاقہ ہے، مکانات کچے یا نیم پختہ ہیں، بستیوں کے اندر اور باہر جابجا قلعہ نما بڑے بڑے کچے مکانات بھی ہیں، جو بلندیوں پر بنائے گئے ہیں، ان میں فائرنگ کیلئے باقاعدہ مورچے بنے ہوئے ہیں، کیونکہ قبائل کے درمیان آئے دن جنگیں بھی ہوتی رہتی ہیں۔ یہاں سڑک کی چوڑائی کم ہو گئی ہے، پہلے یہ بھی کچی تھی، جہادِ افغانستان کے دوران ہی پختہ بنی ہے، جو جنوبی وزیرستان کے مغربی کنارے تک مُڑتی اور بل کھاتی چلی گئی ہے، مشہور ہے کہ آزاد علاقوں میں پختہ سڑک پر حکومتِ پاکستان کے قانون پر، اور باقی تمام علاقے میں قبائلی روایات پر عمل ہوتا ہے، پاکستان کے آزاد علاقوں میں پہلے بھی جانا ہوا، مگر "جنوبی وزیرستان" دیکھنے کا یہ پہلا موقع تھا، اسی آزاد علاقے کو عبور کر کے افغانستان کی وہ سرحد آتی ہے، جہاں سے ہمیں ارغون کے محاذ پر جانا تھا، اس علاقے میں تجارت زراعت کے علاوہ بہت سے لوگوں کا ذریعۂ معاش گلہ بانی ہے، جگہ جگہ بکریوں کے ریوڑ نظر آتے ہیں، جن کو عورتیں، مرد اور بچے جنگلوں میں

چراتے ہیں، شہر ٹانک سے چلنے کے بعد کہیں کہیں خانہ بدوشوں کے قافلے بھی نظر آئے، جو گرمیاں گذارنے کیلئے پہاڑوں کا رُخ کر رہے تھے۔

"کہ شاہیں بناتا نہیں آشیانہ"

۱۰ بجے کے قریب پہاڑوں کے درمیان ایک چھوٹا سا کچا ہوٹل، ایک پہاڑی نالے کے پاس نظر آیا، سب کو پیاس لگی ہوئی تھی، اس پہاڑی نالے کا نہایت صاف وشفاف ٹھنڈا پانی، خوب سیر ہو کر پیا، ایسا فرحت بخش پانی، کراچی میں تو بس خواب ہی میں نظر آجائے تو آجائے۔ بعض ساتھیوں نے چائے بھی پی، اور سب تر وتازہ ہو کر پھر مغرب کی طرف روانہ ہو گئے۔

اب ہم جنوبی وزیرستان کے مرکزی شہر "وانا" کے قریب تھے، جو راستہ میں پڑتا ہے، وہاں کے مشہور عالمِ دین جناب مولانا نور محمد صاحب کا یہ پیغام ہمیں ڈیرہ اسماعیل خان میں مل گیا تھا کہ "وانا" میں وہ ہمارے منتظر ہوں گے' اور دوپہر کا کھانا انہی کے ساتھ ہوگا۔

تقریباً ۱۱ بجے "وانا" شہر میں داخل ہوئے، یہاں کی پُرشکوہ جامع مسجد کے سامنے بس رُکی تو دروازے پر کھڑے ہوئے طلبہ نے جو پختون روایات کے مطابق کلاشنکوفوں سے مسلح تھے' بڑی محبت سے پُرتپاک خیر مقدم کیا، جامع مسجد کے دروازے میں داخل ہوئے تو مولانا نور محمد صاحب بھی تشریف لے آئے، سب سے بغل گیر ہو کر بڑی محبت ومسرت کا اظہار فرمایا، اور اپنے دفتر میں اوپر کی منزل میں لے گئے، جہاں پہلے سے سب کیلئے تکیے لگے ہوئے تھے، اس مسجد، اور دفتر کی ساری عمارتیں نہایت خوبصورت اور جدید طرز پر بنی ہیں۔ یہاں کے مسلمانوں کا یہ دینی جذبہ قابلِ دید ہے کہ "جنوبی وزیرستان" کے جتنے وسیع وعریض علاقے اور بستیوں سے گذرتے ہوئے ہم یہاں پہنچے تھے' اُن میں، اور خود "وانا" میں بھی رہائشی مکانات تو کچے یا نیم پختہ، اور اکثر آبادی غریب ہے، مگر جامع مسجد ایسی شاندار بنائی ہے کہ پورے علاقے میں کوئی عمارت اس جیسی نظر نہیں آئی، دیواروں پر بھی ماربل چپس اور موزائیک لگا ہوا ہے۔ مسجد کے پُرشکوہ مینارے دُور سے دعوتِ نظارہ دیتے ہیں، دفتر میں ہر طرف الماریاں تھیں، جن میں عربی، اُردو اور فارسی کی اعلیٰ معیاری علمی اور فنی کتابیں سلیقے سے لگی ہوئی علمی ذوق کا پتہ دیتی تھیں، مسجد سے ملحق ایک بڑا دینی مدرسہ "دارالعلوم وزیرستان وانا" ہے، جس میں درسِ نظامی کے ساتھ عصری علوم وفنون، اور انگریزی کی تعلیم کا بھی انتظام ہے۔

مولانا نور محمد صاحب اس جامع مسجد کے خطیب، اور دارالعلوم کے مہتمم ہیں، پورے وزیرستان میں علمی، دینی، اور سیاسی سطح پر بااثر اور مقتدر شخصیت ہیں۔ ان کی ذہانت وشرافت، اخلاص وللّٰہیت، علمی ذوق، معاملہ فہمی، اور انکسار وتواضع کے باعث پہلی ہی ملاقات میں اُن

سے طبیعت مانوس ہوگئی۔ یہ اس علاقے میں مجاہدینِ افغانستان کے بہت بڑے حامی اور ان کی امیدوں کا مرکز ہیں۔ انہی کی بدولت جنوبی وزیرستان میں مجاہدین کو راہ داری کی سہولتیں میسر ہیں۔

علاقے میں روسی گماشتوں، اور ان کی سازشوں کی بھی کمی نہیں، جو دن رات جہاد، مجاہدین اور مہاجرین کے خلاف پروپیگنڈے میں روس کی مالی امداد پانی کی طرح بہا رہے ہیں۔ مگر مولانا اور ان کے رفقاء نے علاقے میں ان سازشوں کو بڑی حد تک ناکام بنادیا ہے، یہاں کے غیور و بہادر مسلمان ہر بڑی مہم میں محاذ پر جاکر شریکِ جہاد ہوتے ہیں۔

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں
کرگس کا جہاں اور ہے، شاہیں کا جہاں اور

مولانا نے ایک بلند پایہ علمی کتاب "جہادِ افغانستان" کے نام سے تصنیف فرمائی ہے۔ جو ۲۴۶ صفحات پر مشتمل ہے، اس کا ایک ایک نسخہ ہم سب کو بھی عنایت فرمایا۔ مولانا سے محاذِ "ارغون" کے بارے میں تفصیل سے تبادلۂ خیال ہوا، انہوں نے ان سازشوں کی تفصیل سے بھی آگاہ کیا جو اس علاقے میں روسی گماشتے کرتے رہے ہیں۔

جنیوا سمجھوتے کے بارے میں آزاد قبائل کا اعلان:

مولانا نے بتایا کہ ہم (آزاد قبائل) نے فیصلہ کرلیا ہے ــــ اور بہتر ہوگا کہ آپ حضرات بھی ہماری طرف سے اس کا اعلان فرمادیں ــــ کہ "جنیوا سمجھوتے" میں اگر مجاہدینِ افغانستان کے موقف کو نظر انداز کیا گیا، یا ان کی امداد پر کسی قسم کی قدغن لگائی گئی، تو حکومتِ پاکستان اگرچہ اس پر اپنی مجبوریوں کے تحت دستخط کردے، لیکن ہم (آزاد قبائل) پر وہ سمجھوتہ ہرگز لاگو نہیں ہوگا، ہم ایسے ہر سمجھوتے کو ابھی سے مسترد کرتے ہیں، اور اعلان کرتے ہیں کہ جبتک تمام روسی فوجیں اور مشیر افغانستان سے نہیں نکل جاتے، اور پورے افغانستان پر مجاہدین کی اسلامی حکومت قائم نہیں ہوجاتی، ہم مجاہدین کی بھرپور امداد جاری رکھیں گے، اور ان کے شانہ بشانہ لڑتے رہیں گے"۔

آئینِ جواں مرداں، حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

ظہر کی نماز ۲ بجے ہونے والی تھی، مگر ہم نے کھانے سے فارغ ہوکر ایک بجے ہی نماز پڑھلی، اور ٹھیک سوا بجے، اسی بس میں آگے روانہ ہوگئے ــــ آج ہمیں غروبِ آفتاب سے پہلے جنوبی وزیرستان کے سرحدی قصبے "برگر" پہنچنا تھا، جو پاکستان اور افغانستان کی سرحد پر مجاہدین کا مرکز

ہے، رات وہاں گذار کر اگلی صبح کو افغانستان کے صوبہ پکتیکا میں داخل ہونا تھا۔ بس پھر مغرب کی طرف دوڑنے لگی۔

تقریباً ایک گھنٹہ بعد، قصبہ "اعظم وارسک" آیا، اُس کی آبادی سے ذرا آگے جاکر پاکستان کی فوجی چوکی نظر آئی، یہی وہ چوکی ہے، جس پر ایک مرتبہ روسی افغان طیاروں نے بمباری کی تھی، بس اسکے پاس سے گذرتی ہوئی آگے نکل گئی۔ پختہ سڑک یہاں ختم ہوگئی تھی ــ ٹانک کے بعد صبح سے اب تک سفر، عین مغرب کی سمت میں ہوتا رہا، مگر اب ہم وزیرستان کے بالکل آخری کنارے پر پہنچ گئے تھے، آگے فلک بوس پہاڑوں کی قدرتی فصیل نے راستہ روکا ہوا تھا، جو شمالاً جنوباً حدِ نگاہ تک چلی گئی ہے، اسی قدرتی فصیل کے پیچھے مغرب میں افغانستان ہے۔ یہاں سے اِن ہیبتناک پہاڑوں کو عبور کرکے افغانستان میں داخل ہونے کا یا تو راستہ نہیں، یا اگر ہے تو وہ "ارغون" کے محاذ پر نہیں پہنچاتا، اس لئے بس اس پہاڑی سلسلہ کے دامن میں پہنچکر شمال کو مُڑ گئی۔ اب ہم ایک سنسان وادی میں شمال کو جارہے تھے، جس کے دونوں طرف پہاڑی سلسلے ہیں، بائیں طرف وہی پہاڑی سلسلہ ساتھ ساتھ چل رہا تھا، جس کے پیچھے افغانستان ہے۔

اس سنگلاخ اور پُراسرار سی وادی میں دُور دُور کسی آبادی کا نشان نظر نہیں آتا، کچی سڑک بھی نہیں، گاڑیوں کے گذرنے سے جہاں ہلکے سے نشان پڑگئے، اور پتھر اِدھر اُدھر سرک کر کچھ کم ہوگئے، اُس کو کچی سڑک سمجھ لیجئے،

چند میل آگے جاکر وادی تنگ ہوگئی، اور بس رفتہ رفتہ دائیں طرف کے پہاڑی سلسلہ میں شمال ہی کی طرف چڑھنے لگی۔ ڈاواں ڈول رفتار سے نہ جانے کتنے پہاڑ عبور کرنے کے بعد سامنے ایک بہت اونچا سرسبز وشاداب پہاڑ نظر آیا، جو چیل کے خوشنما اونچے اونچے درختوں سے ڈھکا ہوا تھا، اور چوٹیاں برف سے چمک رہی تھیں۔ رفتہ رفتہ اُس پہاڑ پر چڑھائی شروع ہوئی، یہاں کچی، تنگ اور چکردار سڑک پر جگہ جگہ نوکیلے پتھر اُبھرے ہوئے ہیں، بس بمشکل جھولے کی طرح جھولتی ہوئی، رینگ رینگ کر اوپر چڑھ رہی تھی اور نئی ہونے کے باوجود اُس کی چُول چُول سے احتجاجی صدائیں آنے لگی تھیں۔ میں نے اونچے اونچے پہاڑوں پر کچے راستوں کے سفر بھی بہت کئے ہیں، لیکن گاڑی کو راستہ کی صعوبتوں کے سامنے ایسا ہمت شکستہ کبھی نہیں دیکھا۔ اسی وجہ سے یہاں آنے کیلئے کرایہ کی گاڑی بہت مشکل سے ملتی ہے۔

احقر کے استاذِ محترم حضرت مولانا سبحان محمود صاحب مدظلہم جن کے ساتھ یہ سفر ہورہا تھا اُن کو شوگر اور بلڈ پریشر کی تکلیف ہے، معالجین نے کئی سال سے پہاڑی سفر سے منع کیا ہوا ہے،

پاکستانی فوج کے یہ قابلِ فخر سپاہی اس دور افتادہ فلک بوس کہسار میں نہ جانے کیسی کیسی سختیاں جھیل کر پاکستانی سرحدات کی حفاظت کر کے پوری قوم کیلئے راتوں کی میٹھی نیند کا سہارا بنے ہوئے ہیں۔

مگر وہ شوقِ جہاد میں ہر تکلیف کو بھلا کر نکل کھڑے ہوئے، ان کٹھن مراحل کا اندازہ نہ تھا، ورنہ احقر ہی کراچی میں اُن سے درخواست کرتا کہ وہ اس سفر کا خطرہ مول نہ لیں۔ بلندی بڑھی تو استاذ مدظلہم کا تنفس بے قابو ہوگیا، مگر انہوں نے حسبِ عادت کسی کو نہ بتایا، اگلے دن افغانستان پہنچ کر اُس وقت بتایا جب بحمداللہ طبیعت بحال ہونے لگی ــــ اسی محاذ پر آنے کے لئے ہم سے تین چار روز قبل کراچی سے دینی مدارس کے طلبہ کا ایک قافلہ بذریعہ ریل روانہ ہوا تھا، اُس قافلے میں ہمارے ایک ستر سالہ بزرگ جناب صفدر علی ہاشمی بھی شوقِ جہاد سے بے تاب ہو کر شامل ہو گئے تھے۔ ان کا بھی رہ رہ کر خیال آرہا تھا کہ وہ بھی شوگر کے مریض، اور گھٹنوں سے تقریباً معذور ہیں۔

پاکستانی سرحد کے محافظین:

اس پہاڑ پر چڑھائی کے دوران پاکستانی فوج کی ایک اور چھاونی کے کچھ حصے اور مورچے نظر آئے، ہمارے یہ قابلِ فخر سپاہی اس دُور افتادہ فلک بوس کہسار میں نہ جانے کیسی کیسی سختیاں جھیل کر پاکستانی سرحدات کی حفاظت کر رہے ہیں، اپنی ماؤں کے لاڈلے، سہاگنوں کے سہاگ، اور معصوم بچوں کے باپ ہیں، جو یہاں کی اندھیری، برفانی اور بھیانک راتوں میں پہرہ دے کر پوری قوم کیلئے راتوں کی میٹھی نیند کا سہارا بنے ہوئے ہیں، ہماری آبادیوں اور شہروں کی پُر رونق زندگی انہی کے دَم خم سے رواں دواں ہے، انہیں تو تربیت ہی یہ دی جاتی ہے کہ:

نہیں تیرا نشیمن، قصرِ سلطانی کے گنبد پر
تو شاہیں ہے، بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں

مُسلمانوں کی سرحدات کو دُشمن کے حملے سے بچانے کیلئے جو خدمات انجام دی جاتی ہیں، احادیثِ نبویہ میں ان کو "الرّباط" کہا گیا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کی طرح اس صبر آزما

خدمت کے بھی خصوصی فضائل بڑی اہمیت سے ارشاد فرمائے ہیں، صحابۂ کرامؓ کی خاصی بڑی تعداد نے اس خدمت کو دوسرے کاموں پر ترجیح دے کر اسلامی سرحدات پر قیام کو اختیار فرمایا تھا، آجکل یہ فرائض ہماری رینجرز پولیس، اور سرحدات پر متعین فوج انجام دیتی ہے، اگر نیت اللہ تعالیٰ کیلئے اسلامی ملک کی حفاظت کرنے کی ہو، تو تنخواہ لینے کے باوجود بھی یہ "الرباط" کے عظیم الشان ثواب کے مستحق ہیں۔ (رسالہ "جہاد" ص ۱۷، و ص ۳۹۔ از مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ) صحیح بخاری و مسلم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

رِبَاطُ يَوْمٍ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا۔ (رسالہ "جہاد" ص ۳۷)

ایک دن کا "رباط" یعنی اسلامی سرحدوں کی حفاظت کا کام کرنا دُنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

صحیح مسلم میں ارشادِ نبویؐ ہے کہ:

رِبَاطُ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ خَيْرٌ مِّنْ صِيَامِ شَهْرٍ وَّقِيَامِهٖ، وَإِنْ مَاتَ أُجْرِيَ عَلَيْهِ عَمَلُهُ الَّذِيْ كَانَ يَعْمَلُهٗ وَأُجْرِيَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ، وَأَمِنَ الْفَتَّانَ۔

(رسالہ "جہاد" ص ۳۸)

ایک دن رات کا رباط، یعنی اسلامی سرحدوں کی حفاظت کی خدمت انجام دینا، ایک مہینے کے روزوں اور تہجد سے بہتر ہے، اور جو شخص اس کام کے دوران مرجائے تو (قیامت تک) اس کے تمام نیک عمل جو وہ کیا کرتا تھا برابر اس کے نامۂ اعمال میں لکھے جاتے رہیں گے، اور اس کا رزق اللہ کی طرف سے جاری کردیا جائے گا، اور وہ عذابِ قبر سے محفوظ رہیگا۔

نیز ارشادِ نبویؐ ہے کہ:

عَيْنَانِ لَا تَمَسُّهُمَا النَّارُ، عَيْنٌ بَكَتْ مِنْ خَشْيَةِ اللهِ، وَعَيْنٌ بَاتَتْ تَحْرُسُ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ۔

(رسالہ "جہاد" ص ۳۹)

دو آنکھیں ایسی ہیں کہ انہیں آگ نہیں چھوئے گی، ایک وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے روئی ہو، اور ایک وہ آنکھ، جس نے اللہ کے راستہ میں پہرہ دیتے ہوئے رات گذاری ہو۔

ایک گھنٹہ کی مسلسل چڑھائی کے بعد برف پوش چوٹیوں تک رسائی ہوئی، اور سردی کے باعث سب کو سوئٹر پہننے پڑے، یہاں سے کچھ اُترائی کے بعد قصبہ "بگڑ" آنے والا تھا، راستہ میں سب نے ایک چشمہ کا پانی پیا، عصر کا وقت ہو رہا تھا۔ بعض ساتھیوں نے وضو بھی کرلیا، پانی کیا، برفاب تھا، مگر ایسا نشاط انگیز کہ بہت دیر کیلئے تکان کا احساس جاتا رہا۔ کچھ اور نیچے جاکر

"بگرد" کا علاقہ شروع ہو گیا، یہاں پہاڑوں میں مجاہدین کی مختلف تنظیموں کے کئی مراکز نظر آئے۔

مجاہدین کے سرحدی مرکز میں:

پاکستانی مجاہدین کی تنظیم "حرکۃ الجہاد الاسلامی" ــــ جس کے زیر انتظام یہ سفر ہو رہا تھا ــــ اس کا بھی ایک مرکز یہاں ہے، ہماری نظریں اُسے ڈھونڈ ہی رہی تھیں، کہ بس مغرب کی طرف مڑی، اور ایک چشمہ کو عبور کر کے ایک پہاڑی ڈھلان کے سامنے اچانک رُک گئی ــــ سامنے کے جذباتی منظر نے سکتہ کی سی کیفیت طاری کر دی۔ ڈھلان پر نوجوان مجاہدین کا ایک چاق و چوبند دستہ ہمیں کلاشنکوفوں کی سلامی دینے کیلئے مُستعد کھڑا تھا، ان کی دو رویہ قطار کے آگے ہماری بس کے سامنے کراچی کے دہی ستر سالہ بزرگ جناب سید صفدر علی ہاشمی صاحب کلاشنکوف لئے "اٹینشن" کھڑے تھے، جن کا ذکر ذرا پہلے ہوا ہے، یہ اس دستہ کی قیادت کر رہے تھے۔

نہ جانے کتنی کلاشنکوفوں کے ہوائی فائر دفعۃً گونجے، اور ہم والہانہ انداز میں بس سے اُتر کر مجاہدین سے گلے ملنے لگے، آنکھوں سے آنسو رواں تھے، جناب صفدر علی ہاشمی صاحب سے مل کر تو ہچکیاں بندھ گئیں، ــ یہ رونا، مسرت کا بھی تھا، ندامت کا بھی ــــ بیشتر مجاہدین ہمارے دینی مدارس کے طلبہ تھے جو کراچی سے دو روز قبل ہی یہاں پہنچے اور نہ جانے کب سے ہمارے انتظار میں کھڑے تھے۔

مگر ہمیں یہاں دیکھ کر اُن کی خوشی کی انتہا نہ تھی۔ ڈھلان پر تھوڑا سا چڑھ کر تنظیم کا مرکز آگیا، جو منفرق طور پر چار کچے کمروں، ایک دو کوٹھڑیوں، اور چھپر کے ایک چھوٹے سائبان پر مشتمل تھا، سامنے نشیب و فراز لئے ہوئے کافی زمین ہے، اس سمیت یہ پورا مرکز کسی مصنوعی احاطہ کے بغیر ہی اُونچے پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے، اور خود بھی بہت اُونچے سلسلۂ کوہ پر واقع ہے۔ برابر میں سامنے کے پہاڑ پر ابھی تک برف جمی ہوئی تھی، جس سے آنے والی برفانی ہواؤں میں تلوار کی سی کاٹ تھی۔ مجاہدین نے گرم پانی سے وضو کرایا، اور سب نے عصر کی نماز جماعت سے ادا کر کے سبز چائے پی، اور جو گرم ترین کپڑے موجود تھے، پہن اوڑھ کر مرکز دیکھنے کیلئے کمرے سے نکل آئے۔

مولانا ارسلان رحمانی:

یہ مرکز درحقیقت افغانستان کے مجاہد رہنما جناب مولانا ارسلان رحمانی کا ہے، جو مشہور افغان رہنما "الاستاذ عبدرب الرسول سیاف" کی تنظیم "اتحادِ اسلامیِ افغانستان" کے اہم ستون

سمجھے جاتے ہیں، اور افغانستان کے صوبہ "پکتیکا" کے کمانڈر ہیں' ۔ یہ وہی تنظیم ہے، جس کے نائب امیر جناب انجینیر احمد شاہ کو افغانستان کی ساتؔ جماعتوں کے اتحاد نے متفقہ طور پر افغانستان کی عبوری حکومت کا صدر منتخب کیا ہے ۔ مولانا ارسلان رحمانی چند ماہ قبل، مجاہد رہنماؤں کا ایک وفد لیکر دارالعلوم کراچی بھی تشریف لائے تھے، عمر پچپن⁵⁵ سال سے اوپر ہی ہوگی، نہایت متواضع، سادہ، کم سخن، اور محبت کرنے والے بزرگ ہیں، مگر جذبہ جہاد کا یہ حال ہے کہ فی الحال محاذِ جنگ کے علاوہ کسی چیز سے دلچسپی نہیں، پاکستان آنا بھی کم ہوتا ہے، اسی وجہ سے پاکستان میں تو ان کی شہرت نہیں، لیکن کمیونسٹ فوجی انہیں خوب جانتے ہیں، اور خوف کے مارے' انہیں" آدم خور" کہنے لگے ہیں، کمیونسٹوں کی نام نہاد کابل حکومت نے ان کو زندہ یا مُردہ پکڑ لانے پر کئی لاکھ افغانی کا اعلان عرصہ دراز سے کیا ہوا ہے۔

ہم سپاہی، ہم سپہ گر، ہم امیر
با عدو فولاد و با یاراں حریر

"حرکۃ الجہاد الاسلامی" کے بانی و امیر جناب مولانا ارشاد احمد صاحب شہیدؒ جب اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ ۱۹۸۰ء میں جہاد کے لئے افغانستان پہنچے تو مولانا ارسلان رحمانی صاحب ہی کے ساتھ منسلک ہو گئے تھے، مولانا نے انتہائی پُر خطر معرکوں میں ان تینوں جانبازوں کی مثالی شجاعت وصلاحیت کے جوہر دیکھے تو انہیں دل وجان سے چاہنے لگے، اور اپنی پدرانہ شفقت و تربیت میں لے لیا، اس طرح "حرکۃ الجہاد الاسلامی" کی تنظیم بھی ان کے ساتھ منسلک ہوگئی، یہ چونکہ افغان تنظیم نہیں، اس لئے اسلحہ اور دیگر ساز وسامان کی جو امداد افغان مجاہدین کے لئے مختلف ممالک سے آتی ہے، وہ اس تنظیم کو براہِ راست نہیں پہنچتی، بلکہ امداد کا جتنا حصہ مولانا ارسلان رحمانی کو ملتا ہے، اُسی میں وہ "حرکۃ الجہاد الاسلامی" کو بھی شریک کر لیتے ہیں، یہ صورتحال مجھے "بگرؔ" پہنچکر ہی معلوم ہوئی، اور ان حضرات کی بے سروسامانی کا صحیح اندازہ ہوا، بحمد اللہ اسلحہ کی تو کمی نہیں، مگر باقی ہر قسم کے ضروری سامان سے یہ تنظیم تقریباً خالی ہاتھ ہے، حتیٰ کہ ابتدائی طبی امداد کا ضروری سامان بھی نہیں۔

رُوسی گاڑیوں کا قبرستان:

مجاہدین نے ہمیں اپنے اس مرکز میں اسلحے کے ذخیرے تفصیل سے دکھائے، مختلف قسم کے گولے، راکٹ اور میزائل پہلی مرتبہ اتنے قریب سے دیکھنے اور چھونے کا موقع ملا، سامنے کی

کھلی ہوئی زمین، جو اس مرکز کیلئے بڑے صحن کا کام بھی دیتی ہے، در حقیقت اُن فوجی گاڑیوں کا قبرستان ہے، جو اِن مجاہدین نے روسیوں سے چھینی ہیں، کئی روسی ٹرک، ایک بکتر بند گاڑی، ایک ہیلی کاپٹر کا کچھ ملبہ، ایک روسی ٹینک کی توپ کا دہانہ، اور ایک آئل ٹینکر، یہاں کھڑے پڑے نظر آئے۔

اِن مجاہدین کا قابلِ رشک اخلاص و تواضع:

ان میں سے ہر ایک گاڑی کے ساتھ جانبازی و سرفروشی کی ایمان افروز داستان وابستہ ہے، جو بہت کھود کرید کرکے پوچھا جائے تو مجاہدین مختصراً سنا دیتے ہیں، از خود وہ کوئی داستان نہیں سناتے، اس کی انہیں نہ فرصت ہے، نہ اس سے کوئی دلچسپی، اُن کے دل میں بس ایک ہی جذبہ ہے کہ افغانستان سے کمیونسٹ راج کا خاتمہ کردیں یا شہادت سے سرفراز ہوجائیں، بلکہ میں نے تو اس سات روزہ سفر میں ہر جگہ یہ محسوس کیا کہ یہ حضرات اپنے کارنامے سنانے سے قصداً احتراز کرتے ہیں، ایسے کئی مجاہدین جو اس جہاد میں برسوں سے اپنی زندگیاں وقف کئے ہوئے ہیں، اور بڑے بڑے معرکوں میں ان کے نمایاں کارنامے مشہور ہیں، میں نے اُن کے وہ واقعات براہِ راست اُن سے سننے چاہے، مگر وہ یا تو بہت خوبصورتی سے ٹال جاتے ہیں، یا اپنے کسی اور ساتھی کا کوئی کارنامہ سنا کر بات ختم کر دیتے ہیں۔

اِن سے باتوں کے دوران مجھے اس کے دو سبب محسوس ہوئے، ایک یہ کہ وہ اِن واقعات کو اپنا کارنامہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا انعام سمجھتے ہیں، انہیں خوف ہے کہ ڈینگیں مارنے سے کہیں اللہ جل شانہٗ کی نصرت سے محرومی نہ ہوجائے۔ اور دوسرا سبب یہ خوف ہے کہ آخرت کے جس عظیم ثواب کی خاطر جانِ عزیز کو داؤ پر لگایا، کہیں ریا کے باعث اُس ثواب سے محرومی نہ ہوجائے ـــــ واقعہ یہ ہے کہ ان کے اس وصف پر اُن کی بلائیں لینے کو جی چاہتا ہے، اخلاص و للّٰہیت، اور تواضع و توکّل کی یہ عظیم دولت جو خانقاہوں میں برسوں کے مجاہدوں، اور مُرشد کی طویل تربیت کے بعد ملتی ہے، ان کو اللہ تعالیٰ نے جہاد کی ریاضتوں کی بدولت بڑی فراوانی سے عطا فرمائی ہے۔

نشاطِ کامراں اُس کا، حیاتِ جاوداں اُس کی
جو دل لذّت کشِ ذوقِ نگاہِ یار ہو جائے

یہاں ٹینک کی توپ کا جو لمبا دہانہ پڑا تھا، اُس کے متعلق معلوم ہوا کہ ایک نوجوان پاکستانی مجاہد "نصر اللہ" جو اب تک نہ جانے کتنے روسی ٹینک تباہ کرچکا ہے، اور ساتھی اُسے

"ٹینک شکن" کہنے لگے ہیں۔ ایک مرتبہ مولانا ارسلان رحمانی نے خوش ہو کر اسے انعام دینا چاہا تو بسکٹوں کے ایک چھوٹے سے پیکٹ کے سوا کچھ میسّر نہ تھا، وہی دیدیا، پھر جب نصر اللہ نے یہ حیرت ناک کارنامہ انجام دیا کہ چھ روسی ہیلی کاپٹروں کا تنِ تنہا مقابلہ کر کے ایک ہیلی کاپٹر کو تباہ اور کئی روسیوں کو جہنم رسید کر دیا، تو مولانا نے اسے ایک تباہ شدہ روسی ٹینک انعام میں دیدیا، تاکہ اسے فروخت کر کے اپنی شادی کا انتظام کر لے، وہ اس ٹینک کے تمام حصّے کھول کھول کر فروخت کر چکا ہے، اُس کی توپ کا یہ دہانہ گاہک کے انتظار میں رُکا ہوا ہے ۔ اس واقعہ کو کئی سال ہو چکے، مگر شادی ابھی تک نہیں کی، اُس کی ساری دلچسپیاں فی الحال صرف محاذ سے وابستہ ہیں ۔ چھ ہیلی کاپٹروں سے نصر اللہ کی جنگ کا واقعہ پہلے بھی کہیں مختصر سُنا تھا، اب بھی مختصر ہی سُنا، وہ خود افغانستان میں محاذ پر تھا، واقعہ کی تفصیل خود اس سے سُننے کا موقع دو روز بعد افغانستان میں ملا، وہیں بیان کروں گا۔

> صورتحال یہ ہے کہ افغانستان کا اسّی فیصد علاقہ مجاہدین بحمد اللہ آزاد کرا چکے ہیں، باقی بیس فیصد علاقہ، جس میں کابل سمیت کچھ بڑے بڑے شہر اور بہت ساری فوجی چھاؤنیاں ہیں، کمیونسٹوں کے قبضہ میں ہے، یہ شہر بھی مجاہدین کے حملوں سے محفوظ نہیں ہیں

دشمن کے فوجی قافلے اور روسی آئل ٹینکر:

رُوسی گاڑیوں کے اس قبرستان میں جو آئل ٹینکر کھڑا تھا، وہ ۲۵ سالہ افغان مجاہد محمد علی نے بڑے ڈرامائی انداز میں چھینا تھا جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مجاہدین نے اس جنگ کو کیسا دلچسپ کھیل بنایا ہوا ہے ۔ صورتِ حال یہ ہے کہ افغانستان کا اسّی فیصد علاقہ مجاہدین بحمد اللہ آزاد کرا چکے ہیں۔ باقی بیس فیصد علاقہ، جس میں کابُل سمیت کچھ بڑے بڑے شہر اور بہت ساری فوجی چھاؤنیاں ہیں، کمیونسٹوں کے قبضہ میں ہے۔ یہ شہر بھی مجاہدین کے حملوں سے محفوظ نہیں، چھاؤنیاں محاصرے کی سی حالت میں ہیں، کیونکہ ان کی رسد کُمک کے راستوں پر مجاہدین قابض ہیں۔ جب اِن چھاؤنیوں کا اسلحہ اور ساز و سامان ختم ہونے لگتا ہے تو روسی فوج انہیں کچھ رسد کُمک تو طیاروں اور ہیلی کاپٹروں سے پہنچا دیتی ہے، اور بیشتر رسد کُمک

پہنچانے کے لئے فوجی قافلہ جاتا ہے، جس میں سیکڑوں ٹینک، بکتر بند گاڑیاں، آئل ٹینکر وغیرہ، اور ہزاروں فوجی ہوتے ہیں، ان کو تحفظ دینے کیلئے فضا میں جنگی طیارے اور ہیلی کاپٹر پرواز کرتے رہتے ہیں۔ یہ قافلے جس ساز و سامان کے ساتھ روانہ ہوتے ہیں، وہ ان کے نزدیک ناقابلِ تسخیر ہوتا ہوگا، لیکن ان شاہین صفت مجاہدین کو جیسے ہی قافلے کی خبر ملتی ہے، اُن میں جوش و مسرت کی ایسی لہر دوڑ جاتی ہے، جیسے شکاریوں نے کسی شکار کے آثار دیکھ لئے ہوں۔ تمام تنظیموں کے مجاہدین بڑی تیزی سے منصوبہ بندی کر کے اُس قافلے کے ممکنہ راستوں پر پہاڑوں وغیرہ میں پوزیشن لے لیتے ہیں، پاکستانی آزاد قبائل کے مجاہدین بھی پہنچ جاتے ہیں، اور سب اُس پر عقاب کی طرح جھپٹ پڑتے ہیں، قافلے کو ایک ایک قدم پر ان سے بھرپور جنگ کرنی پڑتی ہے، بسا اوقات جو مہینوں جاری رہتی، اور بڑی خون ریز ہوتی ہے۔ دشمن کے جہاز، ہیلی کاپٹر، ٹینک اور بکتر بند گاڑیاں وغیرہ بڑی تعداد میں تباہ ہوتی یا چھین لی جاتی ہیں، سیکڑوں فوجی جہنم رسید ہوتے ہیں، اور کچھ مجاہدین شہادت سے ہمکنار ہو جاتے ہیں، دشمن کی بچی کھچی گاڑیاں یا تو واپس بھاگ کھڑی ہوتی ہیں، یا چھاؤنی میں بچا کھچا سامان پہنچا کر مہینوں اپنی واپسی کا موقع ملنے کی منتظر رہتی ہیں ـــ ہمارے اس سفر سے کچھ پہلے ایک ایسا ہی فوجی قافلہ جو سنا ہے کہ اٹھارہ سو ٹینک اور بکتر بند گاڑیوں وغیرہ پر مشتمل تھا، خوست کی چھاؤنی کو رسد کمک پہنچانے پہنچانے کیلئے روانہ ہوا تھا، جسے قدم قدم پر ڈیڑھ ماہ تک اُس خونریز جنگ کا سامنا کرنا پڑا، جس کی خبریں دنیا کے اخبارات میں ابتک گونج رہی ہیں۔ اُن اٹھارہ سو گاڑیوں میں سے صرف ایک سو گاڑیاں بمشکل چھاؤنی میں داخل ہو سکیں، باقی یا تو تباہ کردی گئیں، یا واپس بھاگ کھڑی ہوئیں۔

اسی طرح کا ایک فوجی قافلہ صوبہ "پکتیکا" کی مشہور چھاؤنی "اَرغُون" کی طرف یا تو جا رہا تھا، یا وہاں سے واپس آرہا تھا، جس پر مجاہدین ہر طرف سے جھپٹ رہے تھے، ۲۵ سالہ افغان مجاہد "محمد علی" ایک ایسی پہاڑی پر چڑھ گیا، جس کے نیچے سے وہ قافلہ ایک بل کھاتے ہوئے تنگ راستہ سے گذر رہا تھا، یہاں ایک موڑ دائیں طرف، اور ایک بائیں طرف تھا، روسی گاڑیاں بائیں طرف مُڑ جاتی تھیں، ہر دو گاڑیوں کے درمیان دشمن کو فاصلہ رکھنا پڑتا ہے تاکہ سب گاڑیاں ایک ہی ساتھ مجاہدین کے حملہ کا شکار نہ ہو جائیں۔ محمد علی نے جیسے ہی ایک آئل ٹینکر گذرتے دیکھا، وہ پہاڑی سے اُس پر کُود گیا، اور لمحہ بھر میں ڈرائیور کے برابر والی سیٹ سے اُسے کلاشنکوف دکھا کر حکم دیا کہ فوراً دائیں طرف مُڑ جائے، قافلے کی گاڑیاں بائیں طرف مُڑ گئیں اور یہ آئل ٹینکر اور اسکے ڈرائیور کو لیکر اپنے مورچے پر واپس آگیا۔

مرکز میں گھومنے اور تفصیلات پوچھتے مغرب ہو گئی۔

ناگاہ فضا بانگِ اذاں سے ہوئی لبریز   وہ نعرہ کہ ہِل جاتا ہے جس سے دلِ کہسار

نمازِ مغرب کے بعد سب اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے، اِن کچے کوٹھڑوں کی بڑی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ گرمیوں میں ٹھنڈے رہتے ہیں، اور سردیوں میں گرم، یہ کمرہ بھی جو ہم چھ رفقاء کیلئے تھا، خاصا گرم تھا، پھر بھی سردی کی شدّت کے باعث، سب کمروں میں پانی گرم کرنے والی ٹنکیاں رکھی تھیں، جن کے نیچے جلنے والی لکڑیوں کا دھواں ایک موٹے پائپ کے ذریعہ ٹنکی سے چھت کے راستے باہر نکل رہا تھا، ٹنکی کی موجودگی میں فرش پر چھ بستر ساتھ ساتھ بچھ جانے کے بعد چلنے کی گنجائش مشکل ہی سے بچی تھی، ہم چھ مسافروں کا سامان، دیوار میں گڑے ہوئے ایک لمبے تختے پر دوسرے سامان کے ساتھ رکھ دیا گیا تھا، دیواروں میں دو چار طاقچے تھے جن میں چھوٹی اشیاء رکھی جاتی تھیں۔

دو شہیدوں کا باپ:

ڈیرہ اسماعیل خان سے جو تین مجاہد ہمارے قافلے میں شامل ہوئے تھے، ان میں ایک "تونسہ شریف" ضلع ڈیرہ غازی خان کے تقریباً ستّر سالہ بزرگ عالمِ دین جناب مولانا شمشیر علی صاحب جروار تھے، جو بڑے شوق اور جذبے کے ساتھ محاذ پر جا رہے تھے، اُن کے انداز سے محسوس ہوتا تھا کہ پہلے بھی کئی بار اس محاذ پر آچکے ہیں۔ ساتھیوں نے بتایا کہ ان کے تین صاحبزادے تھے، جن میں سے دو بڑے صاحبزادے اسی محاذ پر ایک ایک سال کے وقفے سے شہید ہو چکے ہیں، اور تیسرا بیٹا، جو سب سے چھوٹا — اور اب اکلوتا بیٹا ہے — جامعہ فاروقیہ کراچی میں زیرِ تعلیم ہے، وہ بھی ہر سال تعطیلات میں پابندی سے آکر جہاد میں حصہ لیتا ہے۔ مولانا موصوف اس وقت بھی اُس کے منتظر تھے، اور کراچی سے آنے والوں سے بے تابی سے پوچھ رہے تھے کہ "وہ اب تک کیوں نہیں آیا؟"

منجھلے صاحبزادے "نعیم اللہ ساجد شہید" تھے، جنہوں نے اسکول کی آٹھویں جماعت پاس کرنے کے بعد صرف ڈیڑھ سال میں پورا قرآنِ کریم حفظ کیا، پھر جامعہ فاروقیہ کراچی میں درسِ نظامی کے سالِ چہارم تک ہر سال اعلیٰ نمبروں میں کامیاب ہوتے رہے، سندھی، پشتو، سرائیکی، اُردو اور فارسی زبانیں جانتے تھے، عربی کی تعلیم بھی چار سال کی ہو چکی تھی، ۱۴۰۵ھ میں سالِ چہارم کے وفاق المدارس کے امتحان میں پورے پاکستان کے طلبہ میں تیسری پوزیشن حاصل کی، لیکن نتیجہ آنے سے پہلے ہی ۱۸ شوال ۱۴۰۵ھ کو شرنہ کے اُس خونی معرکے میں اپنے امیر کے ساتھ شہید ہو گئے، جس کا مفصل حال پیچھے بیان ہوا ہے۔

بڑے صاحبزادے "مولانا خالد سیف اللہ جروار شہید" حافظِ قرآن اور فارغ التحصیل عالمِ دین تھے، بی اے، ایل ایل بی کا امتحان بھی پاس کر چکے تھے، جہاد کے عملی میدان میں کئی بار شریک ہوئے،

"ان کی پیشانی پر میں نے پسینہ کے بہتے ہوئے قطرے دیکھے، سوچا کہ شاید کسی نے عطر ڈال دیا ہو، میں نے آگے بڑھ کر انگلی سے چھو کر دیکھا تو واقعی وہ پسینہ تھا، تمام حاضرین نے شہید کی اس کرامت کو دیکھا، جو شہید کی زندگی کا عجیب انداز میں ظہور تھا۔

اور کراچی میں "حرکۃ الجہاد الاسلامی" کے دفتر میں بھی بڑی مخلصانہ خدمات انجام دیتے رہے، ناچیز سے بھی اس سلسلے میں کئی بار ملاقات ہوئی۔ یہ اپنے چھوٹے بھائی (نعیم اللہ ساجد) کی شہادت کے بعد اگلے سال بھی محاذ پر آئے۔ ۱۴ جولائی ۱۹۸۶ء کو "ارغون" کے علاقے "خرگوش" کے قریب ایک زبردست معرکہ ہوا، ۲ بجے جبکہ میدانِ کارزار گرم تھا، مجاہدین نے وقفہ وقفہ سے چھوٹی چھوٹی جماعتیں کر کے نمازِ ظہر ادا کی، نماز کے بعد دو منٹ بھی نہ گذرے تھے کہ دشمن کے گولے سے ایک مجاہد زخمی ہو گیا، سیف اللہ خالد اُس کو اُٹھانے کے لئے مورچے سے نکلے، مگر کسی دوسرے مجاہد نے لپک کر اُسے اٹھا لیا، سیف اللہ خالد اپنے مورچے کی طرف مڑنے کو تھے کہ دشمن کے ٹینک کا ایک اور گولہ ان کے قریب آکر پھٹا، جس سے وہ اُسی وقت شہید ہو گئے، شہید کو اُن کے آبائی گاؤں "بستی جت والا" تحصیل تونسہ شریف لاکر سپردِ خاک کیا گیا۔

عجیب و غریب ظہور:

اِس محاذ کے کمانڈر مولانا خالد زبیر صاحب، اور دیگر مجاہدین کا بیان ہے کہ شہیدِ موصوف کو فوراً کمبل میں لپیٹ کر میدانِ کارزار سے پیچھے مرکز کی طرف روانہ کر دیا گیا۔ جنگ شام تک جاری رہی، جس کے نتیجہ میں دُشمن اپنی کئی لاشیں چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا۔ دوسرے روز دوپہر کے وقت اُس مرکز سے شہید کو پاکستان پہنچانے کے لئے ایک خچر مہیا ہوا، جس پر لادنے سے پہلے، مجاہد ساتھیوں نے اُن کے آخری دیدار کیلئے کمبل منہ سے اُٹھایا، گرمی کا وقت تھا، کمانڈر مولانا خالد زبیر صاحب فرماتے ہیں کہ "ان کی پیشانی پر میں نے پسینہ کے بہتے ہوئے قطرے دیکھے، سوچا شاید کسی نے عطر ڈال دیا ہو، میں نے آگے بڑھ کر اُنگلی سے چھو کر دیکھا تو واقعی وہ پسینہ تھا" تمام حاضرین نے شہید کی اس کرامت کو دیکھا، جو شہید کی زندگی کا عجیب انداز میں ظہور تھا۔

نامش از خورشید و مہ تابندہ تر
خاکِ قبرش از من و تو زندہ تر

شہدائے افغانستان کے اس طرح کے بیشمار عجیب و غریب واقعات جو ان کے ساتھیوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں، ان کی شہرت درجۂ تواتر کو پہنچی ہوئی ہے، یہاں جس مجاہد سے پوچھا جائے وہ اس طرح کے اَن گنت واقعات اس طرح سناتا ہے، جیسے یہ روز کا معمول ہو، کتنے ہی شہیدوں کا خون، خوشبو بنکر مہکتا رہا، کسی کی قبر سے مہینوں خوشبو آتی رہی، اور یہ بات تو عام طور پر مشہور ہے کہ ایک ہی مقام پر ایک ہی موسم میں روسیوں، اور کمیونسٹوں کی لاشیں تو ایک روز میں سڑنے لگتی ہیں، اور شہیدوں کے جسم میں کئی کئی دن تک ادنیٰ تغیر نہیں آتا۔ کمانڈر مولانا خالد زبیر صاحب نے بھی اس طرح کے بہت سے واقعات مجھ سے بیان کئے۔

اس پورے سفر میں ہم چھاپہ مار جنگ، اور محاذ کے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرتے رہے، اب بھی کمرے میں یہی سلسلہ جاری تھا، باہر کا سارا ماحول گھٹاٹوپ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا، کہسار کی تند و تیز برفانی ہواؤں کی آوازیں باہر کا موسم بتا رہی تھیں، اچانک چند حضرات جن کے بالوں اور کپڑوں پر چڑھا ہوا گرد و غبار لالٹین کی روشنی میں صاف نظر آرہا تھا، کمرے میں داخل ہوئے۔ یہ ٹوبہ ٹیک سنگھ (پنجاب) کے مدرسہ اسلامیہ عربیہ کے نوجوان مہتمم جناب مولانا عبدالرحمٰن عباسی اور ان کے رفقاء تھے، جو محاذ سے اسی وقت یہاں پہنچے تھے، مختصر تعارف کے بعد معلوم ہوا کہ یہ بھی محاذ پر پہلی بار آئے تھے، اور تقریباً دس روز کئی معرکوں میں شرکت کر کے آج لوٹے ہیں، رات کو قیام کر کے صبح وطن واپس ہو جائیں گے۔ ان کے ماشاءاللہ چار بھتیجے اب بھی محاذ پر تھے جو کئی سال سے تعطیلات محاذ پر ہی گذارتے ہیں۔ عشاء کی اذان ہونے والی تھی، اس مختصر وقت میں، میں ان سے محاذ پر اُن کی روئداد معلوم کرتا رہا، اور وہ علاماتِ قیامت کی بعض احادیث کے متعلق — جن پر وہ کچھ تحقیقی کام کر رہے ہیں — تبادلۂ خیال اور مشورہ فرماتے رہے۔ معلوم ہوا کہ دشمن کی ایک چوکی پر ان حضرات نے آج بھی توپوں سے حملہ کیا تھا، دشمن کے نقصانات کا صحیح اندازہ تو ابھی نہیں ہو سکا، البتہ حملہ کے فوراً بعد اُس چوکی سے دھواں اُٹھتا ہوا، اور ایمبولنس گاڑیاں وہاں سے ارغون کی روسی چھاؤنی کی طرف تیزی سے جاتی ہوئی دیکھی گئیں، اور فائر بریگیڈ کی گاڑیاں آتی ہوئی نظر آئیں۔ ہمارا کوئی نقصان سوائے اس کے نہیں ہوا کہ "مولانا کے چشمے کی ایک کمانی ٹوٹ گئی تھی"۔

توپوں سے کئے گئے حملے میں دشمن کے نقصانات کی تفصیل وقت پر معلوم نہیں ہوتی، بلکہ ہر دو چار روز بعد دشمن کے بعد جو مسلم افغان فوجی موقع پاکر مجاہدین سے آملتے ہیں، وہ، یا مجاہدین کے جاسوس آکر پوری تفصیلات بتاتے ہیں، مجاہدین جب تک پوری تحقیق نہ ہو جائے، دشمن کے نقصانات کی تفصیل

بتانے سے احتراز کرتے ہیں۔ دشمن کی فوج میں بہت سے مسلمان فوجی بھی ہیں، جن کو زبردستی اس جنگ میں جھونک دیا گیا ہے، وہ مختلف ذرائع سے بروقت اہم اطلاعات، مجاہدین کو بھیجتے رہتے ہیں۔ جن سے پورا فائدہ اُٹھایا جاتا ہے۔

رُوسی گن شپ ہیلی کاپٹر:

جب سے جہادِ افغانستان شروع ہوا، روس کے گن شپ ہیلی کاپٹروں کا ذکر اخبارات میں پڑھتے اور مجاہدین سے سُنتے آرہے تھے، اس سفر میں بھی بار بار سُنا، مجاہدین کے اس مرکز میں جس ہیلی کاپٹر کا کچھ ملبہ پڑا ہوا ہے، وہ بھی گن شپ ہیلی کاپٹر ہی کا ملبہ ہے۔ مگر یہ اسی سفر میں معلوم ہوا کہ یہ دشمن کا سب سے خطرناک ہتھیار تھا، جس کے ذریعہ روسیوں نے افغانستان کی بے شمار بستیوں کو ملبے کے ڈھیر میں تبدیل کر دیا، اور لاکھوں بیگناہ عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور جوانوں کا بیدردی سے قتلِ عام کیا۔

یہ ہیلی کاپٹر انتہائی نیچی، اور بہت اونچی پرواز کر سکتا ہے۔ مگر یہ اسی سفر میں معلوم ہوا کہ یہ دشمن کا سب سے خطرناک ہتھیار تھا، اُڑتے اُڑتے فضا ہی میں ٹھہر بھی جاتا ہے، تاکہ نیچے اور گرد و پیش کا پوری طرح جائزہ لے سکے، بم اور راکٹ برساتا، اور گولیوں کی بوچھاڑ کرتا ہے۔ اسے زمین پر اترنے کے لئے کسی میدان یا ہیلی پیڈ کی ضرورت نہیں، حتیٰ کہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر، اور لہلہاتی کھیتیوں میں بھی چھپ جاتا ہے، اور وہیں سے راکٹ، اور گولیاں برسانا شروع کر دیتا ہے۔ کبھی اس میں سے مسلح فوجی اُتر کر بستیوں میں گھس جاتے ہیں، اور بیگناہ عورتوں، بچوں اور بوڑھوں پر طرح طرح کے لرزہ خیز مظالم ڈھاتے ہیں۔ دو متوازی پہاڑی سلسلوں کے درمیان جو بل کھاتی ہوئی گلیاں سی ہوتی ہیں، یہ ان میں اور پہاڑی دروں میں انتہائی نیچی پرواز کر کے گھومتا ہے تاکہ دائیں بائیں پہاڑوں اور غاروں میں چھپے ہوئے مجاہدین کو نشانہ بنا سکے۔ اس میں نصب شدہ جدید ترین کیمرے چھوٹی سے چھوٹی چیز کا فوٹو بہت دُور سے لے لیتے ہیں۔ غرض یہ ہیلی کاپٹر بیک وقت بمبار طیارہ، لڑاکا طیارہ، ٹرانسپورٹ طیارہ، اور جاسوسی طیارہ بھی ہے، اُڑنے والا بہت بڑا ٹینک بھی، اور بہت بڑی بکتر بند گاڑی بھی۔ اس کی ظالمانہ ہلاکت خیزیوں کی بے شمار خونی داستانیں، افغانستان کے چپہ چپہ پر بکھری ہوئی ہیں۔ افغانی عوام (مجاہدین نہیں) اس کا ذکر قدرے ہراس کے ساتھ کرتے ہیں، بڑی حد تک اس کی دہشت گردی کا نتیجہ، افغان مہاجرین کا وہ مظلوم سیلاب ہے، جو پاکستان میں پناہ لینے پر مجبور ہوا۔

کمیونسٹوں کی شرمناک بربریت کی داستان:

اِن ہیلی کاپٹروں کے ذریعہ کمیونسٹوں نے افغانی مسلمانوں پر جو مظالم ڈھائے ان کے بیشمار دردناک

واقعات یہاں کے بچّہ بچہ کی زبان پر ہیں۔ ایک واقعہ جو متعدّد حضرات نے بیان کیا، مثال کے طور پر نقل کرتا ہوں، جس سے اُن کے گھناؤنے شرمناک جرائم کا کچھ اندازہ ہوسکے گا۔

ایک گاؤں پر چھ ہیلی کاپٹر آئے، کچھ زمین پر اُتر گئے، باقی اوپر منڈلاتے رہے، نیچے اترنے والے کمیونسٹ فوجیوں نے گاؤں کے تمام بوڑھوں، عورتوں اور بچوں کو کلاشنکوفیں تان کر ایک جگہ جمع کیا (نوجوان مرد اس گاؤں میں نہیں تھے، کیونکہ وہ یا تو جہاد میں شہید ہوچکے تھے، یا میدانِ جہاد میں برسرِ پیکار تھے) اور حکم دیا کہ تم نے جن مجاہدین کو پناہ دے رکھی ہے، اُن کو ہمارے حوالے کردو۔ گاؤں والوں نے رو رو کر قسمیں کھائیں کہ ہمارے پاس کوئی مجاہد پناہ گزین نہیں ہے، جب گاؤں والوں نے کسی طرح اقرار نہ کیا تو کمیونسٹ فوجیوں نے کہا کہ تم آس پاس کے مجاہدین کو کھانے پینے کا سامان بھیجتے ہو، جس کی سزا تم کو ضرور ملے گی، یہ کہہ کر خواتین کے سروں سے چادریں اُتاریں، اور چھ خوبرو دوشیزاؤں کو ہیلی کاپٹروں میں گھسیٹا، اور پرواز کر گئے ــــ کئی گھنٹے کے بعد وہی چھ ہیلی کاپٹر واپس آئے، اور کافی بلندی پر منڈلاتے رہے، اچانک گاؤں والوں نے دیکھا کہ ہر ہیلی کاپٹر سے کوئی بڑی سی چیز پھینکی گئی ہے، اُس وقت تو کسی کو نکل کر دیکھنے کی جرأت نہ ہوئی، ہیلی کاپٹروں کے واپس جاتے ہی سب نے نکل کر دیکھا تو کلیجے منہ کو آگئے، یہ اُن چھ بے گناہ دوشیزاؤں کی برہنہ لاشیں تھیں، جن کو وہ چند گھنٹے قبل چھین کر لے گئے تھے۔ بعض کے جسم ابتک جانکنی کے عالم میں کانپ رہے تھے، چند لمحوں میں وہ بھی ہمیشہ کیلئے ساکت ہوگئے۔

- لوگر اور لغمان میں بعینہٖ یہی خونی ڈرامہ اس فرق کے ساتھ رچایا گیا کہ جن نوجوان لڑکیوں کو وہ ہیلی کاپٹروں میں گھسیٹ کر لے گئے، اوپر جاکر اُن کی شلواریں نیچے گاؤں میں پھینک دیں ــــ۔
- ماں باپ کو آج تک پتہ نہیں کہ وہ بیٹیاں کہاں گئیں، زندہ ہیں، یا شہید کر دی گئیں ــــ؟

ایسے ایک دو نہیں لاتعداد کربناک مظالم ہیں جنہوں نے افغانستان کے ہر غیرت مند مسلمان کو بپھرا ہوا شیر، اور کمیونسٹوں کے لئے قہرِ الٰہی بنا دیا ہے۔

تو نے دیکھا تھا سطوتِ رفتارِ دریا کا عروج
موجِ مضطر کس طرح بنتی ہے اب زنجیر دیکھ

(جاری ہے)

.....•.....

مولانا محمد عبد المعز صاحب
فاضل دار العلوم کراچی ۱۴

اخوت یا تعصب
اسلام کیا سکھاتا ہے؟

پانچوں وقت کی نمازوں میں اہل محلہ کا اجتماع آپس میں تعارف اور موانست کا سبب بنتا ہے، اور ایک دوسرے سے ہمدردی اور محبت کے جذبات ابھرتے ہیں، اور ان جذبات کو مزید ابھارنے کے لئے باقاعدہ حکم دیا گیا کہ نمازیں صفوں کو ٹھیک ٹھیک قائم کیا کرو، تم میں سب سے بہتر شخص وہ ہے، جو صف درست کرنے والے شخص کے ہاتھوں میں موم کی طرح نرم پڑجائے، اور انشگاف الفاظ میں کہہ دیا گیا کہ نمازیں صفوں کو ٹھیک ٹھیک بنایا کرو، اگر تم ایسا نہ کروگے تو اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کو ایک دوسرے سے پھیر دے گا۔

جمعہ کی نمازیں اسی اجتماعی شعور کو بیدار کرنے کے لئے حکم دیا گیا کہ جمعہ محلہ کی مسجد پڑھنے کے بجائے شہر کی جامع مسجد میں پڑھا جائے، تاکہ انسان کا تعارف اور موانست کا حلقہ مزید وسیع ہو، اور پھر عید کی نمازیں تو تمام اہل شہر کو ایک ہی عیدگاہ میں نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا۔ کیا صرف نماز کے یہ احکامات ہی مسلمانوں کو ایک جان کرنے کے لئے کافی نہیں ہیں؟

پھر دیکھئے نماز کے بعد روزے فرض عبادت ہیں، ان میں بھی یکسانیت پیدا کرنے کے لئے ایک ہی ماہ کو خاص کر دیا گیا، اور تمام اہل محلہ، اہل شہر اور اہل وطن بلکہ تمام اہل اسلام کو ایک خاص مہینہ میں بطور خاص پاکیزگی اور عبادات کی طرف لگا دیا گیا۔

نیز مسلمانوں کے اجتماع کو صرف محلہ اور شہر تک ہی کافی نہیں سمجھا گیا، کہ لوگوں میں صرف اپنے ہی محلہ، شہر یا وطن کی محبت پیدا ہو، بلکہ حج کے موقع پر تمام عالم کے مسلمانوں کو بیت اللہ میں جمع ہونے کا حکم دیا گیا، چنانچہ ایام حج میں دنیا بھر کے ایک ایک کونے سے مسلمان مکہ مکرمہ میں جمع ہوتے ہیں، اور سب مل کر اللہ کی عبادت کرنے کے علاوہ ایک دوسرے کے دکھ درد سے بھی آشنا ہوتے ہیں۔

عبادات سے قطع نظر روزمرہ کے چھوٹے سے چھوٹے معاملہ میں بھی مسلمانوں کو اجتماعیت کا احساس دلایا گیا ہے، اور ہر ممکن طریقہ سے ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کے قریب تر کیا گیا ہے، چنانچہ جب بعض صحابہ کرامؓ نے شکایت کی کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ہم کھانا کھاتے ہیں، مگر پیٹ نہیں بھرتا تو آپ نے فرمایا ساتھ مل کر کھایا کرو، ایک برتن میں جتنے ہاتھ ہوتے ہیں، اتنی ہی برکت ہوتی ہے، اور پھر اسی یگانگت کو دوبالا کرنے کے لئے کھانے پینے میں چھوت چھات کو ختم کیا گیا اور صاف صاف فرمایا گیا کہ اپنے مسلمان بھائی کا جھوٹا استعمال کر لیا کرو، کیونکہ مسلمان کا جھوٹا تو تندرستی بڑھاتا ہے۔

ایک دوسرے سے باہمی محبت پیدا کرنے کے لئے بتایا گیا کہ آپس میں سلام کو رواج دو، اس سے محبت بڑھتی ہے، ایک دوسرے سے ملتے وقت مصافحہ کیا کرو، اس سے دلوں کا کینہ دھلتا ہے، ایک دوسرے کو ہدایا دیتے رہا کرو، اس سے الفت پیدا ہوتی ہے۔

صاف صاف کہدیا گیا کہ وہ شخص مسلمان ہی نہیں، جس کی ایذا رسانی سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو، اور وہ شخص بھی مسلمان نہیں، جو خود تو پیٹ بھر کر آرام سے سوئے اور اس کا پڑوسی رات بھر بھوکا رہے، مسلمان عورتوں سے کہدیا گیا کہ جب کھانا پکایا کرو، تو شوربہ ذرا زیادہ کردیا کرو، اور پڑوسی کو بھی اپنی نعمتوں میں شریک کر لیا کرو۔

یہ سب تو محض نمونہ ہیں، ایسے ہزاروں احکام زندگی کے ہر ہر قدم پر مسلمان کو ملتے ہیں ان کو دیکھنے کے بعد بھی بتائیے کہ اگر کوئی شخص مسلمانوں میں نفرتیں پیدا کرے، انہیں ایک دوسرے کے خلاف بھڑکائے۔ اور انہیں ایک دوسرے کے مقابلے میں صف آرا کرے، اللہ کے نزدیک اس سے بڑھ کر مجرم کون ہوگا، یہی وجہ ہے کہ تعصب کو اسلام نے بہت بُری نظر سے دیکھا ہے، یہ علاقائی اور نسلی تعصب بعثت محمدیؐ کے بالکل خلاف، دین اسلام کی جڑیں کاٹنے والا، اور اسلامی معاشرے کے لئے انتہائی تباہ کن ہے، اسی وجہ سے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں بڑے دو ٹوک الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے کہ جو کوئی شخص بھی تعصب کی دعوت دے اس کو ننگی گالی دو، اور کنایہ سے کام نہ لو۔ (فعضوہ ولا تکنوہ؛ مسند احمد)

تعصب اور عصبیت دراصل عربی زبان کے الفاظ ہیں۔ علامہ ابن منظور نے اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

التعصب ان یدعو الرجل الی نصرۃ عصبتہ والتألب معھم علی من یناویھم ظالمین کانوا او مظلومین۔

(لسان العرب ج ۱ ص ۶۰۶)

تعصب کا لفظ عصبیت سے ماخوذ ہے، عصبیت اسے کہتے ہیں کہ آدمی اپنے عصبات (دور و نزدیک کے رشتہ دار اور ہم قوم لوگوں) کی حمایت کی تلقین کرے اور انکے دشمنوں کے خلاف شرانگیزی اور فساد پر لوگوں کو اکٹھا کرے، اور یہ سب کرتے ہوئے یہ بھی نہ دیکھے کہ اسکی قوم حق بجانب ہے یا ظالم ہے۔

❖ ❖ ❖

علامہ ابن منظور کے بیان سے معلوم ہوا کہ تعصب کے بنیادی اجزاء تین ہیں :۔

۱۔ اپنے مخصوص احباب کی حمایت کرنا، اور دوسروں کو بھی اس پر آمادہ کرنا، عصبہ کا لفظ درحقیقت بیٹے، بھائی، اور چچا وغیرہ کے لئے استعمال ہوتا ہے، مگر یہاں اس سے مراد وہ لوگ ہیں، جو ایک نسل یا قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔

۲۔ اپنی قوم کی حمایت میں آدمی اس قدر اندھا ہو جائے، کہ یہ بھی نہ دیکھے کہ قوم ظالم ہے یا مظلوم۔

۳۔ پیش نظر شرانگیزی اور فساد ہو، کوئی تعمیری مقصد سامنے نہ ہو۔

عصبیت اور تعصب کی تعریف احادیث میں بھی آئی ہے، حضرت واثلہ بن اسقع رضی فرماتے ہیں کہ میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا:۔

یا رسول اللہ ما العصبیۃ؟	یارسول اللہ! عصبیت کسے کہتے ہیں؟
قال ان تعین قومك علی الظلم۔ (سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی العصبیۃ)	آپ نے فرمایا: عصبیت یہ ہے کہ تم اپنی قوم کی ظلم میں (حمایت اور) مدد کرو۔

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

لیس منا من دعا الی العصبیۃ ولیس منا من قاتل عصبیۃ ولیس منا من مات علی عصبیۃ (سنن ابی داؤد بحوالہ مذکورہ)	جو شخص تعصب کی دعوت دے، وہ ہم میں نہیں، اور جو شخص تعصب کی خاطر قتل کیا وہ بھی ہم میں سے نہیں، اور جو شخص تعصب کی موت مرے، وہ بھی ہم میں سے نہیں۔

ایک اور حدیث میں تعصب کے خاطر جان دیدینے کو جاہلیت کی موت قرار دیا ہے:۔

من قتل تحت رایۃ عمیۃ یدعو عصبیۃ او ینصر عصبیۃ فقتلۃ جاھلیۃ۔ (مسلم کتاب الامارۃ باب وجوب ملازمۃ جماعۃ المسلمین)	جو شخص جاہلیت کے جھنڈے کے زیر سایہ قتال کرے، اور تعصب کی دعوت دیتا ہو، یا تعصب کی حمایت کرتا ہو، تو اس کا مرنا جاہلیت پر مرنا ہے۔

ایک اور حدیث میں تعصب کو اندھاپن اور گمراہی قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا:۔

من نصر قومہ علی غیر الحق فھو کالبعیر الذی ردی مھوۃ فھو ینزع بذنبہ۔ (سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی العصبیۃ)	جو شخص اپنی قوم کی ظلم میں معاونت کرے، وہ اس اونٹ کی طرح ہے، جو گھسکر گڑھے میں جا گرے، اور پھر دم پکڑ کے باہر نکالا جائے۔

ایک اور حدیث میں مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا:۔

انه مفتوح لکم وانکم منصورون ومصیبون من ادرک ذلک منکم فلیتق الله ولیامر بالمعروف وینه عن المنکر ولیصل رحمه ومثل الذی یعین قومه علی غیر الحق کمثل البعیر یتردی فهو یمد بذنبه۔

(مسند احمد، مستدرک حاکم)

تم لوگ فتحیاب بھی ہوگئے اور کامیاب بھی تمہیں مال غنیمت بھی ملے گا، سو جو کوئی بھی یہ فراوانی پائے وہ اللہ سے ڈرتا ہے، نیکی کا حکم دیتا رہے، برائیوں سے روکتا رہے، اور صلہ رحمی کرتا رہے، اور جو شخص بھی اپنی قوم کی مدد ظلم اور ناحق پر کرتا ہے، وہ اس اونٹ کی طرح ہے، جو گڑھے میں جا گرے اور پھر دم پکڑ کر نکالا جائے۔

ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا گیا:۔

من دعا دعوی الجاهلیة فانه من جثی جهنم فقال رجل یا رسول الله وان صام وان صلی قال وان صام وان صلی۔

جو شخص جاہلیت کی دعوت دے وہ جہنم کا ایندھن ہے، ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! چاہے وہ روزہ دار غازی ہو، آپ نے فرمایا ہاں چاہے وہ روزے دار غازی ہی کیوں نہ ہو۔

(ترمذی کتاب الامثال باب ماجاء فی مثل الصلوٰۃ والصیام)

ان احادیث کو دیکھنے کے بعد کسی شخص کو بھی تعصب کے حرام ہونے میں شبہ نہ رہا ہوگا۔ اور بخوبی یہ بات سمجھ میں آئی ہوگی، کہ تعصب برتنا اسلام کی نظر میں کتنا قبیح اور ناپسندیدہ فعل ہے۔

ملک کی موجودہ حالت

ان آیات اور احادیث کے مطالعہ کے بعد ذرا اپنے گرد و پیش پر نظر ڈالئے پورا ملک تعصب کی آگ میں جلتا محسوس ہوگا۔ اچھے اچھے معقول اور سمجھ دار لوگ بھی صوبائی اور عینک سے دیکھنے کے عادی ہیں، ملازمتوں میں مستحق لوگوں کو نظرانداز کرکے اپنی اپنی قوم کے لوگوں کو بھرا جا رہا ہے، مختلف قوموں کی بڑے بڑے محکموں پر اجارہ داریاں ہیں، غیر قوم کے افراد کو جانتے بوجھتے ترقی کے مواقع سے روکا جا رہا ہے، یہی وہی چیزیں ہیں، جنہوں نے ملک میں بے چینی پھیلا رکھی ہے، لوگ آزادانہ ملک توڑنے کی باتیں کرتے ہیں، اور دشمنان اسلام انہیں خریدنے کی فکر کرتے ہیں، اور آج حالات اسی رُخ پر جا رہے ہیں، جس پر سترہ سال پہلے تھے، اور آثار ویسے ہی بدتر نظر آرہے ہیں، جیسے پہلے نظر آرہے تھے۔

بطورِ خاص کراچی کو لیجئے، یہ پورے پاکستان کے لئے "ملجا و ماویٰ" اور پناہ گاہ کی حیثیت رکھتا ہے، لاکھوں پاکستانی شہروں سے آآ کر اس کی چھاتی سے سیراب ہو رہے ہیں، مگر علاقائی تعصب کی آگ نے اس شہر کا سکون بھی برباد کر کے رکھدیا ہے، شہر کے بعض بعض حصے تو گویا کسی جیسے فوج کے سائے میں جیتے رہے ہیں، تعصب کی آگ اتنی شدت اختیار کر چکی ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا شر پسند اٹھ قدم اٹھانے سے بھی نہیں چوکا جا رہا ہے مسلمانوں کی اخوت پارہ پارہ ہو رہی ہے، عورتوں کی عصمتیں پامال ہو رہی ہیں، بچے یتیم ہو رہے ہیں، بستیوں کی بستیاں جل کر راکھ ہو رہی ہیں، دن دھاڑے مسلمانوں کی املاک لوٹی جا رہی ہے، جاہلیت کے نسلی اور لسانی اختلافات نے لوگوں کو بالکل اندھا کر دیا ہے حاشیۂ تصور میں بھی یہ بات نہیں آتی کہ یہ سب مسلمان، خود اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ کر رہے ہیں حالانکہ ان سب کے مقتدا اور مہتدی، محبوب اور چہیتے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں الفت اور محبت کا سبق پڑھایا ہے، ان میں اخوت اور بھائی چارگی پیدا کی، اور انہیں ایک دوسرے کے جان و مال پر حملہ کرنے سے روکا ہے، ان کی محبت میں یہی گہرائی اور دوام پیدا کرنے کیلئے سینکڑوں احادیث میں اسکی اہمیت بتائی ہے، بے لوث اور دین کی خاطر محبت کے فضائل بتائے ہیں سینکڑوں اخلاقی اور معاشرتی قوانین دیئے ہیں، ایک دوسرے کو معمولی اذیت سے بچانے کے لئے بیسیوں آداب زندگی سکھائے ہیں، جس جس راستے سے کوئی شخص کسی مسلمان کی جان، مال یا آبرو پر حملہ کر سکتا تھا، ان تمام راستوں کو بند کر دیا ہے، حتیٰ کہ قرآن کریم اور احادیث کے ذخیرے کو اٹھا کر دیکھا جائے، تو معلوم ہوگا کہ بعثت نبوی کے بڑے مقاصد میں سے ایک مقصد یہ بھی ہے کہ تمام انسانوں میں بالعموم اور مسلمانوں میں بالخصوص محبت کی جوت جگائی جائے، اور الفت اور محبت سے بھرپور ایک مثالی معاشرہ قائم کیا جائے، چنانچہ مسلمانوں کی عظمت اور حرمت سمجھاتے ہوئے محسن انسانیت نے حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا:۔

الا ای شهر تعلمونه اعظم حرمة قالوا الا شهرنا هٰذا قال الا ای بلد تعلمونه اعظم حرمة قالوا الا بلدنا هٰذا قال الا ای یوم تعلمونه اعظم حرمة قالوا الا یومنا هذا قال فان الله تبارك و تعالیٰ قد حرم علیكم دماءكم و اموالكم و اعراضكم الا بحقها كحرمة یومكم هذا فی بلدكم هذا و شهركم هذا ۔	لوگو! کس مہینے کے بارے میں تم سمجھتے ہو، کہ وہ سب سے زیادہ حرمت والا ہے؟ انہوں نے جواب دیا یہی (ذی الحج کا مہینہ) پھر آپ نے پوچھا کس شہر کے بارے میں تم سمجھتے ہو کہ وہ سب سے زیادہ محترم ہے، انہوں نے عرض کیا یہی (مکہ مکرمہ) ہمارا شہر، پھر آپ نے پوچھا کس دن کو تم سب سے زیادہ احترام والا سمجھتے ہو، لوگوں نے کہا یہی آج (عرفہ) کا دن۔ پھر آپ نے فرمایا (خوب سمجھ لو) اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمہاری جانوں کو، تمہارے مالوں کو، اور تمہاری عزت و آبرو کو ایک دوسرے کے لئے ایسے ہی محترم اور حرام قرار دیا ہے، جیسے آج کے دن کی حرمت کو اس شہر اور اس مہینہ میں محترم قرار دیا ہے البتہ اگر کوئی حق (قصاص وغیرہ کا) آجائے تو یہ حرمت اٹھ سکتی ہے

(بخاری کتاب المغازی باب حجۃ الوداع مسلم کتاب الایمان باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا ترجعوا بعدی کفارا)

مسلمانوں کی یہی حرمت اور عظمت ہے، جس کے پیش نظر حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے خانہ کعبہ کو دیکھتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

ما اعظمك واعظم حرمتك والمؤمن اعظم حرمة عند الله منك.	تو کتنا عظیم ہے! تو کتنا محترم ہے! اور مؤمن کی حرمت اللہ کے ہاں تجھ سے بھی بڑی ہے۔

(ترمذی کتاب الادب باب ماجاء فی تعظیم المومن)

یہی عزت واحترام نے جس نے مسلمانوں کو ایک دوسرے کے سامنے عاجزی پر آمادہ کیا ہے، قرآن کریم مؤمنین کی صفات گنواتے ہوئے کہتا ہے:۔

اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ (مائدہ)	وہ مسلمانوں کے سامنے جھکنے اور عاجزی اختیار کرنے والے ہیں۔

ایک جگہ ارشاد فرمایا:۔

رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ (فتح)	وہ آپس میں رحم وشفقت کا برتاؤ کرنیوالا ہے۔

ایک جگہ ان کی دعا نقل کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ وہ خدا کے حضور میں گڑگڑاتے ہوئے کہتے ہیں:۔

وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ آمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ. (حشر)	اور ہمارے دلوں میں (ہمارے) مسلمان (بھائیوں کی) طرف سے کینہ نہ رہنے دے، اے ہمارے پروردگار تو مہربان، رحم کرنیوالا ہے۔

قرآن کریم نے مسلمان کی حرمت پر اتنا زور دیا ہے کہ کسی بھی مسلمان کے مذاق اڑانے، اس پر عیب لگانے، یا اسے بُرے القاب سے پکارنے کو بدترین فاسقانہ فعل قرار دیا ہے:۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّنْ نِّسَاءٍ عَسٰى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ. (الحجرات)	اے ایمان والو! تمہارے بعض لوگ دوسرے بعض لوگوں کا مذاق نہ اڑائیں، اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق نہ اڑائیں، اور نہ تم ایک دوسرے پر عیب لگاؤ، اور نہ ہی ایک دوسرے کو بُرے القاب سے پکارو اور یاد رکھو اسلام لانے کے بعد فسق اختیار کرنا بڑا بُرا ہے۔ اور جو لوگ بھی توبہ نہ کریں وہی ظالم ہیں۔

منہ در منہ برا بھلا کہنا تو منع ہے ہی، پیٹھ پیچھے بھی کسی مسلمان کو برا بھلا کہنا حرام ہے، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں:۔

وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا. (الحجرات)	اور تم میں سے کوئی دوسرے کو پیٹھ پیچھے بُرا بھلا نہ کہے، کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے، کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کا گوشت کھائے۔

پیغمبر اسلام نے بھی مسلمانوں کو ایک دوسرے کا احترام سکھایا اور ان میں باہمی ہمدردی اور محبت کے جذبات کو ابھارا ہے، ایک حدیث میں ارشاد فرمایا:۔

المسلم اخو المسلم لا یظلمه ولا یسلمه ومن کان فی حاجة اخیه کان الله فی حاجته ومن فرج عن مسلم کربة فرج الله عنه بها کربة من کرب الاخرة ومن ستر مسلما ستره الله یوم القیامة.

(ابو داؤد کتاب الادب باب المواخاة)

مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، وہ نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ ضرورت کے وقت بے آسرا چھوڑتا ہے، جو شخص بھی اپنے مسلمان بھائی کی حاجت پوری کرنے میں لگا رہے، اللہ اسکی حاجت پوری کرتا ہے، اور جو شخص کسی مسلمان کی ایک تکلیف دور کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسکی آخرت کی تکالیف میں سے کوئی تکلیف دور کر دیتے ہیں، اور جو کوئی کسی مسلمان کے عیب کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسکے عیوب کی پردہ پوشی فرماتے ہیں۔

ایک دوسری حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

الدین النصیحة قالوا لمن یا رسول الله قال لله و لکتابه ولائمة المسلمین والمسلم اخو المسلم لا یخذله ولا یکذبه ولا یظلمه.

دین تو خیر خواہی کا نام ہے، صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! کن کے ساتھ، آپ نے فرمایا اللہ کے ساتھ، اسکی کتاب کے ساتھ اور مسلمان ائمہ کے ساتھ، (پھر فرمایا) مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، وہ نہ اسے رسوا کرتا ہے، نہ اس سے جھوٹ بولتا ہے، اور نہ ہی اس پر ظلم کرتا ہے۔

(ترمذی کتاب البر والصلة: باب ما جاء فی النصیحة)

ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا:۔

المؤمن مرآة المؤمن والمؤمن اخو المؤمن یکف علیه ضیعته ویحوطه من ورائه.

(ترمذی بحوالہ مذکورہ)

مسلمان مسلمان کا آئینہ ہے، اور مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس کے مال کی حفاظت کرتا ہے، اور اسکے پیٹھ پیچھے اس کی حمایت مدافعت کرتا ہے۔

ایک حدیث میں ارشاد فرمایا:۔

انصر اخاك ظالما او مظلوما فقال رجل یا رسول الله انصره اذا کان مظلوما افرأیت ان کان ظالما کیف انصره قال تحجزه او تمنعه من الظلم فان ذالك نصره.

اپنے مسلمان بھائی کی مدد کرو، چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم، ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ! اگر وہ مظلوم ہے تو میں مدد کر سکتا ہوں، آپ ہی بتایئے کہ ظالم ہو تو کیسے مدد کروں گا؟ آپ نے فرمایا تم اسکو ظلم سے روک دو، یہی اسکی مدد ہے۔

(بخاری کتاب المظالم باب انصر اخاک ظالماً او مظلوماً)

ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا:۔

ما من مسلم یخذل امرأ مسلمًا فی موضع تنتھك فیہ حرمتہ وینتقص فیہ عرضہ الا خذلہ اللہ فی موطن یحب فیہ نصرتہ، وما من امرئ ینصر مسلمًا فی موضع ینتقص فیہ عرضہ وینتھك فیہ من حرمتہ الا نصرہ اللہ فی موضع یحب فیہ نصرتہ۔

جو کوئی کسی مسلمان کو ایسے موقع پر بے یار مددگار چھوڑے گا، جس میں اس کی عزت پر خطرہ آتا ہو، اور اس کی آبرو جاتی ہو، تو اللہ تعالیٰ اسکو بھی ایسے ہی موقع پر بے یار مددگار چھوڑ دے گا، اور جو کوئی کسی مسلمان کی ایسے موقع پر مدد کرے گا، تو خدا بھی اس کی ایسے مواقع پر مدد فرمائے گا۔

(ابوداؤد کتاب الادب باب من رد من مسلم غیبۃ)

یہ احادیث تو محض چند ایک مثالیں ہیں، ورنہ مسلمانوں کی بھائی چارگی، ان سے محبت اور ان کی عزت و آبرو کی حفاظت پر بلا مبالغہ سینکڑوں احادیث پیش کی جا سکتی ہیں، جو مختلف مواقع پر مسلمان کے کانوں میں پڑتی رہتی ہیں، البتہ آج تعصب کے جوش میں جو گل کھلائے جا رہے ہیں، اور جس طرح دنگے اور فساد اور قتل و غارت گری کا بازار گرم ہو چکا ہے اس کی حرمت پر چند آیات اور احادیث ذکر کی جاتی ہیں، مسلمان کی جان کی حرمت بتاتے ہوئے قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے:۔

وَمَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُہٗ جَھَنَّمُ خَالِدًا فِیْھَا وَغَضِبَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَلَعَنَہٗ وَاَعَدَّ لَہٗ عَذَابًا عَظِیْمًا۔

(النساء)

اور جو کوئی کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے، تو اس کی سزا دوزخ ہے، جہاں وہ پڑا رہے گا، اور اس پر اللہ کا غضب اور اور اس کی پھٹکار ہے، اور اس کے لئے اللہ نے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

من حمل علینا السلاح فلیس منا

جو شخص ہم پر ہتھیار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں۔

(بخاری کتاب الفتن باب من حمل علینا السلاح الخ)

ان آیات اور احادیث کے بعد کچھ کہنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی، باہمی قتال اور لڑائی کے سبب یعنی بغض و عداوت کی شناعت بیان کرتے ہوئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

ایاکم وسوء ذات البین فانھا الحالقۃ۔

تم آپس کی عداوت اور بغض سے بچو اس لئے کہ وہ دین کو برباد کر دینے والی چیز ہے۔

(ترمذی کتاب صفۃ یوم القیٰمۃ باب ۵۷)

کسی مسلمان کو جان مار دینا تو بڑی چیز ہے، اسے ادنیٰ درجہ میں کوئی اذیت پہنچانا بھی جائز نہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کی نشانی ہی یہ بتائی ہے کہ:۔

المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ والمؤمن من امنہ الناس علی دماءھم واموالھم.

مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں، اور مؤمن وہ ہے جسکی ذات سے لوگوں کا خون اور مال مامون رہے۔

(ترمذی کتاب الایمان باب ۱۲ نسائی کتاب الایمان باب صفۃ المؤمن)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا:۔

یارسول اللہ ای المسلمین افضل قال من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ۔

یارسول اللہ مسلمانوں میں سب سے بہتر مسلمان کون ہے، آپ نے فرمایا: وہ جس کے زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔

(بخاری کتاب الایمان باب من سلم الخ ومسلم ابواب الایمان باب تفاضل الایمان)

قتل یا زخمی کرنا تو بڑی بات ہے، کسی مسلمان کو ڈرانا یا سہمانا بھی شرعاً حرام ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد فرمایا گیا ہے:۔

من اشار الی اخیہ بحدیدۃ فان الملائکۃ تلعنہ۔

جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی طرف تلوار وغیرہ سے اشارہ کرے، اس پر فرشتے لعنت بھیجتے ہیں۔

(مسلم کتاب البر والصلہ باب النہی عن الاشارۃ الخ)

اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا:۔

لایشیر احدکم الی اخیہ بالسلاح فانہ لایدری لعل الشیطان ینزع فی یدہ فیقع فی حفرۃ من النار۔

تم میں سے کوئی بھی اپنے بھائی کی طرف اسلحہ سے اشارہ نہ کرے، اس لئے کہ وہ نہیں جانتا کہ شیطان کب یہ چیز اس کے ہاتھ سے پھسلا دے اور وہ جہنم کے گڑھے میں جا پڑے

(بخاری کتاب الفتن باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من حمل الخ)

اسلحہ سے ڈرانا ہی حرام نہیں، بلکہ ہر ممکن طریقہ پر دوسرے مسلمان کو اس کی زد سے بچانا اسلامی اخوت کا مطالبہ ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

من مر فی شیء من مساجدنا او اسواقنا و معہ نبل فلیمسک او لیقبض علی نصالھا بکفہ ان یصیب احدا من المسلمین بشیء

جو شخص بھی مسلمانوں کی مساجد یا بازاروں سے گذرے اور اسکے ہاتھ میں تیر ہوں، تو اس کو چاہیئے کہ وہ اسکے پھل کو پکڑے رہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ بے دھیانی میں کسی مسلمان کو اس سے زخم لگ جائے۔

(بخاری کتاب المساجد باب المرور فی المساجد)

نیز اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے، کہ کوئی مسلمان کو بغیر نیام

کے ننگی تلوار نہ پکڑائے، مبادا کہ اس کی دھار اس کا ہاتھ یا کوئی عضو زخمی کردے۔

ہتھیاروں سے ہی نہیں، کسی مسلمان کو ہنسی مذاق میں بھی خوفزدہ کرنا جائز نہیں، حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں:۔

انا کنا نسیر مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فنزلنا منزلا فنام رجل من القوم ففزعه رجل فسمع ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لا یحل لمسلم تفزیع مسلم۔

ایک مرتبہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کررہے تھے، ہم نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا، ایک شخص (تھکا ہارا تھا) سوگیا، تو اس کو دوسرے شخص نے ڈرا کر جگا دیا۔ جب یہ قصہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو آپ نے فرمایا "کسی مسلمان کیلئے حلال نہیں، کہ وہ دوسرے مسلمان کو ڈرائے یا خوفزدہ کرے۔"

(ابوداؤد، جمع الفوائد ج ۲ ص ۲۸۵)

مذکورہ بالا تفصیلات کے بعد آج تعصب میں اندھا ہوکر جو کچھ کیا جارہا ہے، اسکی شرعی حیثیت پورے طور پر واضح ہوجاتی ہے، اور یہ بھی بخوبی پتہ چل جاتا ہے کہ مرنے کے بعد ان بدترین اعمال کی کیا سزا ملے گا، جو آج مزے لے لے کر کئے جارہے ہیں۔

محمد عمران اشرف عثمانی
متعلم دورۂ حدیث
دارالعلوم کراچی ۱۴

معزولی :-

حضرت عثمان غنیؓ کے آخیر عہدِ حکومت میں جب مختلف سازشوں کا بازار گرم ہوا تو ان سازشوں نے زیادہ دنوں تک حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کو بھی زیادہ دنوں تک اپنے عہدے پر برقرار رہنے نہ دیا۔ اور آپ بھی یکا یک معزول کر دیئے گئے۔ معزولی کی خبر نے کوفہ کی علمی دنیا کو ماتم کدہ بنا دیا، احباب، معتقدین، تلامذہ، اور اعیانِ شہر کی ایک بڑی جماعت نے مجتمع ہو کر اس فرمان عزل کی سخت مخالفت اور ناراضگی ظاہر کی اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مُصر ہوئے کہ آپ کوفہ سے تشریف نہ لے جائیں اور اگر اس کی پاداش میں آپ کو کوئی مصیبت پہنچے گی تو ہم سب اس کو روکیں گے، عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ میرے اوپر امیر کی اطاعت فرض ہے اور اگر بالفرض میں امیر کی اطاعت نہ کروں تو ہو سکتا ہے کہ صرف میری وجہ سے کوئی فتنہ وفساد برپا ہو اور میں صرف مسلمانوں کے درمیان فتنہ کا سبب بن جاؤں اور اس کی ابتداء میری طرف سے ہو ـــــ غرض یہ کہ وہ عمرہ کی نیت کر کے ایک جماعت کے ساتھ حجاز کی طرف روانہ ہو گئے۔ [1]

---

[1] :- الاصابۃ ج

حضرت ابوذر غفاریؓ کی تدفین میں شرکت:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جب حجاز تشریف لارہے تھے تومدینہ منورہ کے راستے میں ایک مقام ہے جو ربذہ کہلاتا ہے وہاں پر حضرت ابوذر غفاریؓ کا انتقال ہوا آپ نے وفات کے بعد ان کی تدفین کی۔ اس کا مفصل واقعہ تاریخ طبری میں یوں مذکور ہے کہ یہ واقعہ ۸ ذی الحجہ ۳۱ھ کا ہے، جب حضرت ابوذر غفاریؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو بیٹی سے فرمایا کہ ذرا دیکھو کوئی قافلہ تو نہیں آرہا۔ بیٹی نے دیکھ کر کہا ابھی تو کوئی قافلہ نہیں آرہا۔ پھر کچھ دیر گذری ہوگی حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیٹی کو بکری ذبح کرنے اور اس کو پکانے کا حکم دیا۔ انہوں نے بکری ذبح کی اور اس کا گوشت تیار کیا پھر حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ابھی میری موت کے بعد ایک قافلہ آئے گا اور وہ مجھے دفن کرے گا۔ تم ان سے یہ کہہ دینا کہ آپ لوگ اس وقت تک سوار نہ ہوں جب تک یہ گوشت نہ کھالیں ـــــ جب کھانا مکمل تیار ہوگیا تو حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیٹی کو ایک دفعہ دوبارہ دیکھنے کا حکم فرمایا اور کہا کہ جاؤ اور دیکھو کوئی قافلہ تو نہیں آرہا ہے وہ گئیں اور انہوں نے دیکھا کہ واقعی ایک قافلہ چلا آرہا تھا۔ واپس آکر باپ کو بتایا کہ وہاں ایک قافلہ تو آرہا ہے، آپ نے فرمایا کہ میرا منہ قبلہ کی طرف کردو، انہوں نے حکم کی تعمیل کی، پھر آپ یہ جملہ ارشاد فرمانے لگے :-

بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم

اور یہ کہہ کر آپ کی وفات ہوگئی، یہ دیکھ کر بیٹی گھر سے باہر نکل گئیں اور راستہ میں جاکر کھڑی ہوگئیں، یہاں تک کہ قافلہ آپ کو دیکھ کر رک گیا۔ آپ نے ان سے کہا کہ : اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے ذرا ابوذرؓ سے مل لیں وہ قافلہ والے کہنے لگے کہ وہ کہاں ہیں؟ بیٹی نے ان کو بتایا کہ وہ وہاں رہتے تھے ابھی ان کی وفات ہوگئی ہے لہذا آپ ان کے کفن دفن کا انتظام کردیں وہ قافلہ فدیت بأبی و أمی (یعنی میرے ماں باپ آپؓ پر فدا ہوں) کہہ کر اتر پڑے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی اس قافلہ کے امیر کاروان تھے۔ جو کوفہ سے مکہ جارہے تھے۔ حضرت عبداللہؓ کو جب ان کی وفات کا علم ہوا تو آپ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعش سے لپٹ گئے۔ اور رونے لگے۔ اور ساتھ ساتھ یہ الفاظ بھی ادا فرما رہے تھے کہ :-

صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یموت وحدہ ویبعث وحدہ۔

یعنی : اللہ کے رسول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات بالکل سچ ہوگئی کہ (ابوذرؓ) اکیلے ہی مریں گے اور اکیلے ہی حشر کے روز اٹھائے جائیں گے۔

پھر آپؓ نے ان کو غسل دیا اور کفن وغیرہ پہنا کر نماز جنازہ پڑھائی، اور ان کو وہیں دفن کردیا۔ جب ان تمام امور سے فارغ ہوگئے اور یہ ارادہ کیا کہ دوبارہ اپنی منزل مقصود کی طرف

روانہ ہوجائیں تو حضرت ابو ذرؓ کی صاحبزادی بولیں کہ میرے والد ابو ذرؓ نے مجھ سے قبل از وفات کہا تھا کہ " ان قافلہ والوں کو میرا سلام پہنچا دینا اور ان کو قسم دے کر یہ کہنا کہ آپ لوگ اس وقت تک سوار نہ ہوں جب تک یہ کھانا نہ کھالیں ،، آپ حضرات نے ان کی بات فوراً مان لی اور کھانا کھاکر فوراً روانہ ہو گئے۔ اور مکہ مکرمہ پہنچ کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کو حضرت ابو ذر غفاریؓ کی وفات کی اطلاع دی اور حضرت ابو ذرؓ کی بیٹی چونکہ ربذہ میں اکیلی رہ جاتیں اس لئے ان کو اپنے ساتھ لے آئے تھے اور ان کے اہل خاندان سے لا ملایا تھا۔

اس کے بعد حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ عمرہ سے فراغت حاصل کر کے مدینہ منورہ جاکر مقیم ہو گئے اور بقیہ قافلہ جو صرف آپؓ کو مدینہ طیبہ چھوڑنے آیا تھا واپس کوفہ چلا آیا۔[1]

علالت پھر وفات :

۳۲ھ میں جب آپ کا سنہ مبارک ساٹھ برس سے متجاوز ہو چکا تھا ایک روز ایک شخص نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا "خدا مجھے آپ کی آخری زیارت سے محروم نہ کرے۔ میں نے گذشتہ رات خواب میں دیکھا ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک بلند منبر پر تشریف فرما ہیں اور آپؓ سامنے حاضر ہیں۔ اسی حالت میں ارشاد ہوتا ہے " ابن مسعودؓ میرے بعد تمہیں بہت تکلیف پہنچائی گئی ہے آؤ میرے پاس چلے آؤ " حضرت عبد اللہؓ نے جب اس شخص سے یہ سنا تو فرمایا کہ "خدا کی قسم تم نے یہ خواب دیکھا ہے ،، بولا " ہاں " فرمایا "تم میرے جنازہ میں شریک ہو کر ہی مدینے سے کہیں جاؤ گے ــــــــ

یہ خواب چند ہی روز میں حقیقت میں بدل گیا اور آپ اس طرح بیمار ہوئے کہ لوگوں کو آپ کی زندگی سے مایوسی ہو گئی، امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آخری لمحات حیات میں عیادت کے لئے تشریف لائے اور اس طرح گفتگو شروع فرمائی !

حضرت عثمانؓ !

آپ کو کس مرض کی شکایت ہے ؟

حضرت عبد اللہؓ !

اپنے گناہوں کی !

حضرت عثمانؓ !

آپ کیا چاہتے ہیں ؟

حضرت عبد اللہؓ !

خدا کی رحمت !

---

[1] :- الطبری الجزء الثالث صـ ۳۵۴ - طبع فی قاہرہ۔

حضرت عثمانؓ !

آپ کے لئے طبیب بلاؤں ؟

حضرت عبد اللہؓ !

مجھے طبیب نے ہی بیمار کر ڈالا !

حضرت عثمانؓ !

آپ کا وظیفہ جاری کر دوں ؟

حضرت عبد اللہؓ

مجھے اس کی ضرورت نہیں !

حضرت عثمانؓ !

آپ کی صاحبزادیوں کے کام آئے گا ؟

حضرت عبد اللہؓ !

کیا آپ کو میری لڑکیوں کے محتاج اور فقیر ہو جانے کا خطرہ ہے ؟ میں نے انہیں حکم دیا ہے کہ ہر رات سورۃ الواقعہ پڑھ لیا کریں، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو ہر رات سورۂ واقعہ پڑھے گا وہ کبھی فاقہ میں مبتلا نہ ہو گا[1]

لیکن ان مذکورہ سوال وجواب کا حاصل یہ نہیں کہ حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ کی وفات اس حالت میں ہوئی کہ دونوں کے دل صاف نہ ہوئے تھے، بلکہ طبقات ابن سعد میں یہ بات موجود ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات سے قبل دونوں نے ایک دوسرے سے دل صاف کر لیا تھا اور جو معمولی رنجشیں تھیں وہ دور ہو گئی تھیں۔[2]

وفات :

حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب سفر آخرت کا یقین ہو گیا تو انہوں نے حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے صاحبزادے حضرت عبد اللہ بن الزبیرؓ کو بلایا اور اپنے مال واسباب اور اولاد نیز خود اپنی تجہیز وتکفین سے متعلق مختلف وصیتیں فرمائیں اور ساٹھ برس سے کچھ زیادہ عمر پا کر ۳۲ھ میں اس دار فانی سے انتقال فرمایا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

مستند اور صحیح روایت کے مطابق نماز جنازہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پڑھائی۔ اور آپؓ کو حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برابر جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔[3]

---

[1] :- أسد الغابة ج ۳ ص ۳۵۰ ۔

[2] :- طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۶۱ - طبع فی بیروت ۔

[3] :- طبقات ابن سعد باب ذکر ما أوصی بہ ابن مسعود ص ۱۵۹ - مطبوعہ بیروت ۔

اولاد :

آپؓ کے دو بیٹے عبدالرحمٰنؒ اور ابو عبیدہؒ ہیں۔ اور آپ کی بیٹیاں بھی ہیں۔ جبکہ آپؓ کی زوجہ کا نام زینب ثقفیؓ ہے۔ آپ کے ایک پوتے ہیں۔ جن کا نام قاسم بن عبدالرحمٰن ہے۔

روایتِ حدیث :

آپ سے روایتِ حدیث مندرجہ ذیل افراد نے کی ہے: جن میں آپ کے خاندان کے افراد "عبدالرحمٰن، ابوعبیدہ، عبداللہ بن عتبہ ابن مسعود، عتبہ ابن مسعود (یہ آپ کے بھائی ہیں) اور زینب ثقفی" ہیں۔ اور صحابہ میں سے "حضرت ابو موسیٰؓ، حضرت ابورافعؓ، حضرت ابوشریحؓ، حضرت ابوسعیدؓ، حضرت جابرؓ، حضرت انسؓ، حضرت ابوجحیفہؓ، حضرت ابو اُمامہؓ، حضرت ابوطفیلؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت عمران بن حصینؓ ہیں۔ رضی اللہ عنہم وارضاہم۔

اور تابعین میں سے علقمہؒ، ابوالاسودؒ، مسروقؒ، ربیع بن خیثمؒ، شریح القاضیؒ، ابووائلؒ، زید بن وہبؒ، زر بن حبیشؒ، ابوعمرو الشیبانیؒ، عبیدہ بن عمرو السلمانیؒ، عمرو بن میمونؒ، عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰؒ، ابوعثمٰن النہدیؒ، حرث بن سویدؒ، ربعی بن حراشؒ وغیرھم[1] رحمھم اللہ تعالیٰ۔

آپ کی متفق علیہ حدیثیں صحیح بخاری اور مسلم شریف کی چونسٹھ[٦٤] ہیں۔ اور اس کے علاوہ ایسی روایتیں جو صرف بخاری میں ہیں۔ اکیس[٢١] ہیں۔ اور جو صرف مسلم میں ہیں وہ ٣٥ حدیثیں ہیں،

مناقب

زہد و تقویٰ :

حضرت ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے طور طریق، ہیئت اور سیرت کے اعتبار سے بہت مشابہت رکھتے تھے اسی طرح حضرت علقمہؒ جو حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے شاگرد خاص تھے۔ وہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے بہت مشابہ تھے۔[2]

حضرت ثُویرؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن مسعودؓ کو یہ

---

[1]:۔ الاصابہ ج ٢ ص ٣٦٩ (مطبوعہ بیروت)۔

[2]:۔ طبقات ابن سعد ج ٣ ص ١٥٣۔

فرماتے ہوئے سُنا کہ میں جب سے اسلام لایا ہوں اس وقت سے کبھی چاشت کے وقت نہیں سویا۔

حضرت زر بن حبیش جو حضرت ابن مسعودؓ کی احادیث کے رواۃ میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ عموماً پیر اور جمعرات کو روزہ رکھا کرتے تھے۔

حضرت عبدالرحمٰن ابن یزیدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی فقیہ کو عبداللہ ابن مسعودؓ سے کم روزہ رکھتے نہیں دیکھا، ان سے کسی نے کہا کہ آپ روزہ کیوں نہیں رکھتے؟ فرمایا کہ میں عموماً نماز کو اختیار کرتا ہوں بنسبت روزہ کے، کیونکہ میں جب روزہ رکھتا ہوں تو نماز سے ضعف ہو جاتا ہے۔ [۱]

حضرت زید بن وہب فرماتے ہیں کہ میں کچھ لوگوں کے ساتھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھا تھا کہ اچانک ایک نحیف اور دبلے پتلے آدمی آئے حضرت عمرؓ ان کو دیکھتے رہے اور پھر لا الٰہ الا اللہ پڑھنے لگے اور کہنے لگے کہ یہ ایسا برتن ہے جو علم سے بھرا ہوا ہے یہ ایسا برتن الخ (یہ جملہ تین مرتبہ ارشاد فرمایا) جب ہم نے غور سے دیکھا تو وہ عبداللہ ابن مسعود تھے۔ [۲]

ایک دفعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کوفہ تشریف لائے (ان دنوں حضرت عبداللہ کوفہ میں تھے) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حضرت عبداللہؓ کے کچھ دوست آئے تو حضرت علیؓ نے بغرض امتحان حضرت ابن مسعود کے متعلق ان سے کچھ استفسار کیا۔ انہوں نے تعریف کی اور کہا کہ ہم نے کسی شخص کو ان سے زیادہ اچھے اخلاق والا اور معلّم اور بہترین ساتھی نہیں دیکھا، حضرت علیؓ نے کہا کہ میں بھی وہی بات ان کی تعریف میں کہوں گا جو آپ لوگوں نے کہی یا اس سے زیادہ تعریف کروں گا، کیونکہ انہوں نے قرآن مجید پڑھا اور اس کے حلال کو حلال کیا اور حرام کو حرام۔ دین میں آپ بہت بڑے فقیہ بھی ہیں اور سنتِ نبویؐ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے عالم بھی ہیں۔ [۳]

روایتِ حدیث میں حد درجہ احتیاط:

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو بیان کرتے ہوئے اس قدر احتیاط کرتے تھے کہ کبھی "قال رسول اللہ" یا "سمعت رسول اللہ" (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا میں نے ان کو کہتے ہوئے سنا) نہیں فرماتے، بلکہ ہمیشہ "عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کہہ کے بیان فرماتے یعنی اس حدیث کی روایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ حضرت علقمہؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ غلطی سے ان کے منہ سے "قال رسول اللہ" نکل گیا، تو اس خوف سے کہ کہیں اس قول کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غلط نہ ہو جائے فوراً گھبرا گئے اور جس عصا پر آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے وہ متزلزل ہو گئی اور آپ کانپنے لگے، اور ایک روایت میں ہے کہ فوراً آپ نے اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد فرمایا "او نحو ذا او شبہ ذا"، یعنی حضورؐ نے یا تو یہ بات کہی ہے یا اس سے ملتی جلتی کوئی اور بات کہی ہے۔ [۴]

(جاری)

---

[۱] طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۵۵ — [۲] طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۵۶ — [۳] طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۵۶ — [۴] طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۵۷

ترتیب:۔ مولانا محمد اسلم صاحب
ناظم مجلس صیانۃ المسلمین ہارون آباد

ہم جنس پرستی

کی مذمت اور اُس کا علاج

افادات:۔ حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

قرآنی آیت:۔ اِنَّكُمْ لَتَأْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ (سورۃ الاعراف - آیت ۸۱)

تم مردوں کے ساتھ شہوت رانی کرتے ہو عورتوں کو چھوڑ کر بلکہ تم حد ہی سے گزر گئے ہو۔

وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ؕ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ (سورۃ الاعراف)

ہم نے اُن پر نئی طرح کا مینہ برسایا (کہ وہ پتھروں کا مینہ تھا) سو دیکھ تو سہی ان مجرموں کا انجام کیسا ہوا۔

احادیث مبارکہ:۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بڑا ڈر مجھ کو اپنی امت پر قوم لوط کے فعل کا ہے۔ (ابن ماجہ، ترمذی)

حدیث دوم:۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا۔ جب کسی قوم میں لواطت کی کثرت ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس قوم سے اپنا ہاتھ اٹھالیتا ہے۔ اور اس کی کچھ پرواہ نہیں کرتا کہ یہ قوم کس جنگل میں ہلاک کردی جائے انتہائی استغناء اور بے پرواہی کا اظہار فرماتا ہے (طبرانی)

حدیث سوم:۔ حضرت ابن عباسؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس مرد کی طرف دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا جو کسی مرد سے لواطت کرے یا کسی عورت سے لواطت کا ارتکاب کرے۔

حدیث چہارم:۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسی ایسے شخص کو پاؤ کہ وہ قوم لوط کا عمل کیا کرتا ہے تو فاعل ومفعول دونوں کو قتل کرڈالو۔

ف:۔ لوطی فعل کے جراثیم ساری قوم کو اپنی لپیٹ میں لے سکتے ہیں اسی بناء پر سزا بھی سخت ہوئی۔

حدیث پنجم:۔ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب کسی قوم میں فحاشی کا رواج بڑھتا ہے یہاں تک کہ وہ کھلم کھلا بے حیائی کرنے لگتے ہیں۔ تو ایسے لوگوں کے درمیان طاعون اور ایسی بیماریاں پھیل جاتی ہیں جو ان کے گذرے ہوئے اسلاف کے زمانہ میں موجود نہیں تھیں۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، حدیث ۴۰۱۹)

حدیث ششم:۔ حضرت ابن عباسؓ وحضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص قوم لوط کا عمل کرے اس پر لعنت ہے۔

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے ان دونوں کو (قوم لوط کا عمل کرنے والوں کو جلا دیا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان دونوں پر دیوار گرادی (انتخاب مشکوٰۃ ص۲۵۲)

حدیث ہفتم:۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ملعون ہے وہ شخص جو اپنی بیوی کے دبر میں کرے۔ (امام احمد وابوداؤد)

ف:۔ مطلب یہ ہے کہ فعل شنیع جس طرح مرد کا مرد کے ساتھ کرنا حرام ہے۔ اسی طرح عورت کے ساتھ بھی کرنا حرام ہے، خواہ وہ منکوحہ ہو یا غیر منکوحہ یا درکھو۔ جن صورتوں میں بقائے نسل مفقود ہو اور بجائے افزائش نسل کے مختلف امراض اور بیماریوں میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو ایسے افعال خبیثہ اور اعمال شنیعہ کی اجازت کس طرح دی جاسکتی ہے۔

جنس پرستی کی مذمت اطبا کی نظر میں

ہم جنس پرستی میں تخم حیات کو بالکل ضائع کرنا ہے اور تخم حیات کو نجاست اور غلاظت کے ڈھیر میں ڈالنا ہے۔ جس سے نسل انسانی کو تباہ کرنا ہے، صرف یہی نہیں کہ نسل انسانی تباہ ہوتی ہے اور تخم حیات کو غیر مصرف میں خرچ کیا جاتا ہے بلکہ اطباء سے دریافت کیجئے کہ

ایسا کرنے والا بسا اوقات صدہا امراض خبیثہ کا شکار ہوجاتا ہے جو تقریباً لاعلاج اور انسانی زندگی کا دشمن ہوجاتا ہے۔

ہم جنس پرستی کا عذاب ایڈز کی صورت میں

یورپ اور امریکہ میں جن لوگوں کو بے امتیاز جنسی اختلاط کے نتیجے میں اپنے اندر ایڈز کی بیماری کا شبہ ہوگیا ہے اب وہ جنسی عمل سے انتہائی خوفزدہ ہیں۔ بعض افراد نے اپنے اندر ایڈز کی بیماری موجود ہونے کی خبر سنتے ہی اس کی اذیتوں کے خوف سے خودکشی کرلی ہے۔ ڈاکٹروں اور ماہرین نے جہاں ایڈز کے اثرات سرایت کرنے کے اور بہت سے اسباب بیان کئے ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ اور سب سے بڑا سبب ہم جنس پرستی بتلایا ہے۔ ڈاکٹروں کا کہنا ہے بہت سی آشناؤں کے ساتھ جنسی تعلقات قائم کرنے پر بھی پیدا ہوتے ہیں۔ بعض اطباء کا کہنا ہے کہ لواطت سے اعضائے رئیسہ مضمحل ہوجاتے ہیں۔ چہرہ کی رونق جاتی رہتی ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عورتوں کے کسی کام کا نہیں رہتا۔ عورت کی خواہش نہ پوری ہوسکنے کی وجہ سے ازدواجی زندگی برباد ہوجاتی ہے۔

لڑکوں کی محبّت کا فتنہ عورتوں کے فتنہ سے اشد ہے۔

حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں آجکل لڑکوں کی محبّت کا مرض بہت عام ہے اور یہ فتنہ عورتوں سے زیادہ اشد ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ عورتیں تو خود بھی اجنبی مردوں سے بچتی ہیں اور ان میں حیا بھی ہوتی ہے دوسرے یہ کہ عورت نامحرم سے ملنے میں لوگوں کو دقت ہوتی ہے اور لڑکوں میں بچاؤ کی کوئی چیز نہیں ہے اس لئے اس میں ابتلاء بہت ہے اور نہایت سخت چیز ہے یہ وہ فعل ہے جس نے قوم لوط کو تباہ کردیا تھا۔

لوطی کی قسمیں

جو لوگ اس میں مبتلا ہیں ان کی بہت سی قسمیں ہیں فقہاء نے لکھا ہے کہ لوطی کی تین قسمیں ہیں ینظرون ۔ یقبلون ۔ یفعلون ۔ ایک قسم تو وہ ہے جو صرف مرد لڑکوں کو دیکھتے ہیں دوسری قسم بوس کنار کرتے ہیں۔ تیسری قسم جو یہ فعل کرتے ہیں۔ میں عرض کرتا ہوں چوتھی قسم ایک اور ہے وہ یہ ہے تصوّر اور تخیل میں مبتلا ہیں۔ یہ قلب کی لواطت ہے اس فعل کی ظلمت قلب پر بہت سخت ہے زنا میں اتنی ظلمت (شورش) نہیں فقط ہاتھ لگانے سے شورش اور ظلمت طاری ہوجاتی ہے اصل فعل کا درجہ تو آگے ہے (حقیقت تصوف وتقویٰ ص ۶۵۲)

ہم جنس پرستی کرنے والا خدا کی بارگاہ سے مردود ہے

بزرگوں نے یہ لکھا ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنی درگاہ سے مردود کرنا چاہتے ہیں اُن کو لڑکوں کی

محبت میں مبتلا کرتے ہیں، مردلڑکے کی محبت عورت سے زیادہ ظلمت کدا ہوتی ہے اول تو یہ خلاف فطرت اور عقل کے خلاف ہے۔ مردلڑکے کے عشق کی شورش عورت سے زیادہ ہوتی ہے کیونکہ عورت سے تو کبھی نکاح کی بھی توقع ہوتی ہے لڑکے سے یہ بھی نہیں جتنی شورش بڑھتی جاتی ہے اتنی ہی اس کی زندگی تلخ ہوتی جاتی ہے آخر یہ عشق کی شورش کفر تک پہنچ جاتی ہے ۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ کے زمانہ میں ایک حافظ قرآن ایک نصرانی لڑکے پر عاشق ہوگیا۔ حضرت والا نے اسے میل جول سے منع کیا ، نہ مانا ۔ ایک بار کہیں نظر مفاجاۃ (نظر بد) سے دیکھ لیا اس کی نحوست سے حفظ سلب ہوگیا ۔ (خیر الافادات ص۱۰۱)

جمال حقیقی کی حقیقت

اکثر لوگ اس بلا کو خفیف سمجھتے ہیں اور بعضے اس کو نعوذ باللہ موجب قرب الٰہی و آئینہ مشاہدہ جمال حقیقی جانتے ہیں جو سراسر الحاد و زندیقی کا اعتقاد ہے حضرت شیخ شیرازیؒ نے ایک حکایت لکھی ہے ایک شخص کسی حسین لڑکے کی صورت دیکھ کر عاشق ہوگیا ۔ کسی نے کہا کہ اس کو جلوہ نظر آتا ہے ۔ جس نے یہ شکل بنائی ہے یہ اُسی کا شید ہے ۔ بقراط نے جواب دیا ۔

نگارندہ را خود ہمیں نقش بود ۔۔۔ کہ شوریدہ را دل بیغمار بود

چرا طفل یک روزہ ہوشش نبرد ۔۔۔ کہ در صنع دیدن چہ بالغ چہ خورد

کیا بنانے والے کی بس یہی ایک شکل بنائی ہوئی تھی کہ اس سر پھرے کا دل اس معشوق کے ذریعہ لے لیا یہ ایک دن کے پیدا ہوئے بچے کو دیکھ کر کیوں نہ عاشق ہوا ؟ دیکھنے میں تو سب برابر ہیں بڑا ہو یا چھوٹا بلکہ چھوٹے میں قدرت و صناعی زیادہ معلوم ہوتی ہے ۔ اگر دراصل یہی وجہ تھی تو ایک دن کے بچے سے عشق ہوتا اس سے نہ ہوتا یہ تو نفس کی بدمعاشی ہے اور غلط تاویل ہے ۔

ایں نہ عشق است آنکہ در مردم بود

ایں فساد از خوردن گندم بود

یہ عشق ہی نہیں جو آدمیوں میں ہوتا ہے یہ تو گندم کھانے کا فساد ہے چند روز کھانے کو نہ ملے تو حقیقت معلوم ہو جائے ۔ (اسلام اور زندگی ص۳۱۱) ۔

ہم جنس پرستی کی ابتداء

شیطان لوط کی قوم میں ایک شخص کے پاس خوب صورت لڑکے کی صورت بن کر باغ میں آیا کرتا تھا انگور توڑ توڑ کر کھا جاتا تھا باغ والا اس کو دھکا مارتا تھا مگر وہ باز نہ آتا تھا ایک دن اس نے تنگ آکر اس سے کہا کہ تو نے میرے سارے درخت برباد کر دیئے ہیں مجھ سے کچھ روپے لے لے اور میرے باغ کا پیچھا چھوڑ دے ۔ شیطان بصورت مرد نے کہا کہ میں اس طرح باز نہ آؤں گا

اگر تم یہ چاہتے ہو کہ تمہارے درختوں کا ناس نہ کروں تو جبات کہوں اس پر عمل کرو۔ اس نے کہا وہ کیا بات ہے ابلیس نے کہا کہ میرے ساتھ برا فعل کیا کر پھر تیرے باغ کو چھوڑ دوں گا چنانچہ پہلی بار تو اس نے جبراً قہراً اپنے باغ کے بچاؤ کے لئے یہ فعل کیا پھر خود اس کو عادت پڑگئی وہ اس کی خوشامدیں کرنے لگا تو روز آیا کرا اور جتنے انگور چاہے کھالیا کر پھر اس نے دوسرے آدمیوں کو اس کی اطلاع دی اور لوگ بھی یہ فعل کرنے لگے پھر کیا تھا عام رواج ہوگیا اس کے بعد شیطان تو غائب ہوگیا۔ لوگوں نے لڑکوں کے ساتھ یہ فعل کرنا شروع کر دیا۔ خدا تعالیٰ کو یہ فعل بہت ناگوار ہے چنانچہ لوط علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اپنی قوم کو اس فعل سے روکو ورنہ سخت عذاب آئے گا انہوں نے بہت سمجھایا مگر وہ باز نہ آئے آخر عذاب نازل ہوا اور سب کے سب تباہ ہوگئے۔

ف:۔ آج کل امارد کے ساتھ ابتلاء بہت زیادہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن ایسے بچے لائے جائیں گے جن کے سر نہ ہوں گے وہ فریاد کریں گے کہ ہم مظلوم ہیں اللہ عزوجل فرمائے گا درآنحالیکہ وہ انہیں خوب جانتا ہے کہ کس نے تم پر ظلم کیا۔ تو وہ کہیں گے ہم پر ہمارے باپوں نے ظلم کیا کہ وہ مخلوق میں مردوں سے بدفعلی کرتے تھے اور ان کی دبر میں مادہ خارج کرتے تھے اس پر حق سبحانہٗ وتعالیٰ فرمائے گا۔ ان لوگوں کو جہنم میں لے جاؤ اور ان کی پیشانیوں پر لکھ دو کہ یہ میری رحمت سے محروم۔ (شرح کنز)

قوم تبع کی ہلاکت کا سبب

ایک روایت میں ہے کہ دو عورتیں آئیں انہوں نے کہا کیا خدا کی کتاب میں عورت کا عورت سے مستی کرنے کا ذکر ہے؟ فرمایا ہاں ہے: وہ قوم تبع کے تذکرہ میں ہے۔ اسی بناء پر اللہ تعالیٰ نے قوم تبع کو ہلاک فرمایا۔

عورتوں کا آپس میں ملکر اپنی خواہش پوری کرنا یہ محض قضائے خواہش کی ایک بدترین صورت ہے ایسی عورت کو آگ میں جھونکا جائے گا جو بچھوؤں سے بھری ہوگی۔

فعل جلق کی وجہ سے ایک قوم کو سخت عذاب میں مبتلا کیا گیا۔

عینی شرح کنز میں حضرت جبیرؒ کا یہ قول نقل ہے کہ ایک قوم یہ فعل یعنی جلق لگاتی تھی اللہ تعالیٰ نے اس کو سخت عذاب میں مبتلا کیا۔

عینی شرح کنز میں حضرت عطا کا قول ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے سنا ہے کچھ لوگ حشر میں اس طرح اٹھائے جائیں گے کہ ان کے ہاتھ حاملہ ہوں گے میرے خیال میں یہ لوگ جلق کرنے والے ہوں گے درمختار میں ایک روایت منقول **ناکح الید ملعون** یعنی ہاتھ سے نکاح کرنے والا ملعون ہے۔ ہاتھ سے نکاح کا مطلب یہ ہے کہ جو کام نکاح سے ہوتا ہے وہ ہاتھ سے پورا کرے

اس لئے حق تعالیٰ نے فرمایا۔

بیوی اور شرعی باندی کے علاوہ جو شکل بھی آپ اختیار کرینگے وہ غیر فطری اور صدہا مصائب و تکالیف کا پیش خیمہ ہوگی۔

دواعی زنا، مثل بوس و کنار

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آنکھیں زنا کرتی ہیں ان کا زنا دیکھنا ہے اور کان زنا کرتے ہیں ان کا زنا سننا ہے اور زبان بھی زنا کرتی ہے اس کا زنا بولنا ہے اور ہاتھ بھی زنا کرتے ہیں اور ان کا زنا غیر محرم کو پکڑنا ہے۔

ف:۔ یعنی شہوت اور بری نظر سے اجنبی عورت کی طرف دیکھنے میں اس کی باتیں سننے میں اور اس کے چھونے اور مساس کرنے میں اور پاؤں سے اس کی طرف چلنے میں زنا کا گناہ ہر عضو کو اس کے عمل کے مطابق ہوتا ہے

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی عورت کی خوبصورتی پر بری خواہش پر نظر کرے قیامت کے دن اس کی دونوں آنکھوں میں سیسہ ڈالا جائے گا۔ (ہدایہ شرح کنز)

اس مہلک مرض کا روحانی علاج

نگاہ کی حفاظت۔

علاج ۱:۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ نظر اور نگاہ شیطان کے تیروں میں سے ایک تیر ہے جو زہر آلودہ ہے اگر کسی نے اس کو میرے ڈر سے چھوڑ دیا یعنی نامحرم عورتوں و امرد کو گھورنا چھوڑ دے تو میں اس کے ایمان کو بہتر بنا دوں گا۔ اس ایمان کی حلاوت خود محسوس کرے گا۔

بدنگاہی کا علاج سہل یہ ہے کہ راہ چلتے وقت نیچی نگاہ کر کے چلے ادھر ادھر نہ دیکھے ان شاء اللہ محفوظ رہے گا۔ (غض البصر ص ۱۵)

حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب قدس سرہٗ نے نگاہ کے متعلق چند اشعار لکھے ہیں۔

دیکھ تو آتش رخوں کو نہ دیکھ — انکی جانب نہ آنکھ اٹھا زنہار
دور ہی سے کہہ الٰہی خیر — وقنا ربنا عذاب النار
نکالو یا حسینوں کی دل سے مجذوب — خدا کے گھر میں تو عشق بتاں نہیں ہوتا
ظاہری حسن بتاں پہ نگہہ شوق نہ جا — نار ہے نار ہے نور نہیں نور نہیں
ارے یہ کیا ظلم کر رہا ہے مرنے والوں پہ مر رہا ہے — جو دم حسینوں کا بھر رہا ہے بلند ذوق نظر نہیں ہے

یاد رکھو کسی حسین چہرے کی اچانک شکل دیکھ کر طبعی میلان کا پیدا ہونے پر کچھ مواخذہ نہیں ہے جس طرح روزہ دار کو پیاس لگنے کے وقت پانی دیکھ کر طبعی خیال پانی پینے کا آجاتا ہے لیکن وہ نہیں پیتا اسی

طرح عشق مجازی کا غیر اختیاری طور پر لگ جانے پر مواخذہ نہیں ہے۔ لیکن اس کو شہوت کی نظر سے دیکھنا، باتیں سننا، اس کا خیال دل میں لانا ان سے بچنا ضروری ہے ان امور میں کوتاہی کرے گا گنہگار ہو گا اور دل سیاہ ہو گا۔ (قصد السبیل ص ۳۱)

شہوتِ نفس کی مخالفت

علاج ۲:۔ اول یہ سمجھ لینا چاہیئے بدون ہمت کے آسان سے آسان کام بھی نہیں ہوتا دیکھئے امراض ظاہری کے لئے دوائے تلخ دنا گوار پینا پڑتی ہے چونکہ صحت مطلوب ہوتی ہے اس لئے ہمت کر کے پی جاتے ہیں اور امراض باطنی میں تو زیادہ اس کی ضرورت ہے نارِ شہوت کا علاج صرف ایک ہی ہے۔

نارِ شہوت می نیاد امد بآب — زانکہ دارد طبع دوزخ در عذاب
نار بیرونی بآبے بفرد — نارِ شہوت نابد دوزخ می برد (مولانا روم)

ترجمہ:۔ دنیا کی آگ کو پانی سے بجھایا جا سکتا ہے۔ لیکن شہوت کی آگ کو پانی سے سکون اس لئے نہیں ملتا کہ شہوت کے اندر دوزخ کا مزاج ہے یعنی دوزخ کے عذاب کا سبب چونکہ یہی شہوت پرستی ہے تو اس کے اندر خاصیت بھی دوزخ کے آلام و تکالیف کی پیدا ہو گی۔

دشمن راہ خدا را خوار دار — دزد را منبر بردار دار

نفس جب دشمن راہ خدا ہے تو دشمن کو ذلیل و خوار رکھنا چاہیئے اس کا کہنا مان کر اس کو خوش کرنا اور طاقتور کرنا نادانی ہے کہیں چور کو بھی منبر عزت پر بٹھاتے ہیں۔

حضرت خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔

نفس و شیطاں ہیں خنجر در بغل — وار ہونے کو ہے اے غافل سنبھل
آنہ جائے دین و ایماں میں خلل — باز آ، ہاں باز آ رے عمل

شہوت نفس کا علاج صرف یہی ہے کہ اول خود ہمت کرے اور اس کے ساتھ خدا تعالیٰ سے ہمت طلب کرے اور خاصان خدا سے بھی دعا کرائے انشاء اللہ اس معصیت سے بچنے کی ضرور ہمت ہو گی۔ صاحبو کامیابی کی گاڑی کو چلاؤ ایک پہیا کافی نہیں۔

خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔

نفس و شیطان دونوں نے ملکر ہائے کیا ہے مجھ کو تباہ — اے میرے مولا میری مدد کر چاہتا ہوں میں تیری پناہ
نفس کے شر سے مجھکو بچا لے اے میرے اللہ اے میرے اللہ — پنجۂ غم سے مجھکو چھڑا لے اے میرے اللہ اے میرے اللہ

جو چیز مر کر گل سڑ جائے محبت کے لائق نہیں۔

علاج ۳۔ جب کسی حسین امرد پر نظر پڑ جائے تو فوری علاج یہ ہے کہ سوچے کہ جو چیز مر کر گل سڑ

جائے کیڑے پڑ جائیں ایسی شکل بگڑ جائے کہ ہر کوئی نفرت کرنے لگے وہ محبت کے لائق کیسے ہو سکتی ہے۔ حقیقی محبت کے لائق کیسے ہو سکتی ہے حقیقی محبت کے لائق اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کی ذات ہے اور دنیا سے رخصت ہو کر اُن ہی کے روبرو جانا ہے مگر وہ سوال کریں گے کہ حرام محبت کیوں کی تھی تو کیا جواب دیں گے اور کیا منہ دکھائیں گے۔ قوت متخیلہ سے ایسی بدصورت کا خیال باندھو کہ ایک شخص ہے، کالا رنگ چیچک کے داغ ہیں، آنکھوں سے اندھا ہے سر سے گنجا ہے، دانت آگے کو نکلے ہوئے ہیں، ناک سے نکٹا ہے۔ ہونٹ بڑے بڑے ہیں، سنک بہہ رہا ہے اور مکھیاں اس پر بیٹھی ہے ایسی بدشکل کا مراقبہ کرنے سے ان شاء اللہ وہ فساد جو حسین کے دیکھنے سے قلب میں پیدا ہوا ہے دہ جاتا رہے گا۔ حضرت خواجہ صاحبؒ فرماتے ہیں۔

خط نکلنے کو ہے اب اے شاہ حسن — کرلے کچھ دن حکمرانی اور ہے
آ کے خط کر دے گا سب پردہ دری — کچھ دنوں کی لن ترانی اور ہے

یعنی اے حسین لڑکے تیرے چہرے پر ابھی داڑھی کا خط نکلنے والا ہے یہ خط یعنی یہ داڑھی کے بال تیرے چہرے کے حسن کی سب پردہ دری کر دیں گے اور عاشق کا عشق ٹھنڈا پڑ جائے گا۔

۲۔ مراقبہ یہ سوچو کہ اگر اس امرد لڑکے کے وارثوں کو اس خیال کی اطلاع کردوں تو کتنی رسوائی ہو۔ تو حق تعالیٰ تو ہر وقت مطلع ہیں کتنی شرم کی بات ہے کہ وہ اس ارادے کو دیکھ رہے ہیں نفس سے یہ کہے کہ جس طرح تو مجھے دوسرے کے لڑکوں کے ساتھ بدفعلی کرنے کو کہتا ہے اسی طرح اگر کوئی شخص میرے بیٹے کے ساتھ یہ کرے تو میں کیا کروں گا۔ ظاہر ہے کہ مرنے مارنے پر تیار ہو جاؤں گا اسی طرح کیا دوسروں کو غیرت نہ آئے گی کہ اگر ان کو خبر ہو جائے تو وہ بھی مجھے مار ڈالیں ہر طرح کے ضرر پہنچانے پر آمادہ ہو جائیں۔ پھر جہنم کا نقشہ پیش نظر کرے۔

اصل علاج ہمت ہی ہے جس وقت ایسا موقع ہو اگرسے یہ خیال کر لیا کیجئے کہ حق تعالیٰ اس وقت بھی دیکھ رہے ہیں اور قیامت کے دن باز پرس کریں گے۔ اگر سزا کا حکم کر دیا تو کیسی بنے گی۔ بار بار اس خیال کے حاضر کرنے سے ان شاء اللہ کامیابی ہوگی۔ بس ہمت کیجئے یہی اس کا علاج ہے چندے تکلف ہوگا پھر عادت ہو جاوے گی پھر لذت اور فرحت ہوگی (انفاس عیسیٰ)

مرشد کامل کی صحبت

علاج ۴:۔ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ عشق مجازی (جنس پرستی) عذاب ہے ـــــ اگر عشق مجازی سے توبہ کرلے اور اہل اللہ کی صحبت میں رہ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر شروع کر دے تو ایسا محسوس ہوگا کہ مچھلی پانی سے دور ہو کر جو تپتی ریت میں تڑپ رہی تھی پھر کسی نے پانی ڈال دیا تو کیا حیات نو اسے معلوم ہوگی۔ کسی مرشد کامل سے رجوع کرنا اور اس کے مشوروں پر عمل کرنا

اس بیماری کا مکمل اور شافی علاج ہے۔

کلمۂ طیبہ کا ورد

علاج ۵ :- ایک وقت خلوت کا مقرر کر کے اوّل دو رکعت نماز توبہ کی نیت سے پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے روبرو خوب استغفار اور توبہ کی جائے اور اس بلا سے نجات بخشنے کی دعا و التجا کی جاوے پانچ سو سے لے کر ایک ہزار مرتبہ تک لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا ذکر اس طرح کیا جاوے کہ لَا اِلٰہَ کے ساتھ تصور کیا جاوے کہ میں نے محبت الٰہی کو قلب میں جما لیا یہ ذکر ضرب کے ساتھ ہو۔

نفس پر جرمانہ مقرر کرنا

علاج ۶ :- اصل علاج یہی ہے کہ معشوق سے بالکل علیحدگی اختیار کرے گو نفس کو ناگوار ہو نفس کا شہوت کا تقاضا غیر اختیاری بات نہیں ہے ہاں تکلیف ضرور ہوتی ہے اس کو برداشت کرنا چاہیئے خدا کے ساتھ نسبت اور پھر تکلیف سے بچنا چاہو سو چو اگر خدا نا کردہ ساری عمر کے لئے کوئی بیماری لگ جائے مثلاً اندھا ہو جانا تو کیا مر ہو گے اسی طرح حق تعالیٰ کسی باطنی مصیبت میں مبتلا کر دے تو صبر کرو اگر کلفت برابر بھی رہے گی تو کیا اگر اس میں مر گئے تو شہید اکبر مرو گے حدیث شریف میں ہے مَنْ عَشِقَ فَمَاتَ فَهُوَ شَهِيْدٌ اگر کوئی عشق میں مبتلا ہو جاوے اور عفت اختیار کرے اور دوسرے کو رسوا نہ کرے بلکہ اپنے عشق کو چھپائے یہاں تک کہ وہ اسی حالت میں مرجائے تو وہ شہید ہے۔

خنجر تسلیم و رضا سے یہ جان حزیں بھی
ہر لحظہ شہادت کا مزا لوٹ رہی ہے

اگر تم اپنی طرف سے عمر بھر تکلیف میں رہنے کے لئے آمادہ ہو جاؤ تو اس تفویض کی برکت سے انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد راحت نصیب کر دیں گے جس کو تم بھی راحت سمجھو گے۔ نفس کی سرکشی دور کرنے کے لئے اس پر کچھ جرمانہ بھی مقرر کر لو۔ مالی جرمانہ ہو یا نوافل وغیرہ کا نہ اتنا کم ہو کہ نفس کو کچھ پتہ بھی نہ چلے اور نہ اتنا زیادہ ہو کہ ادا ہی نہ ہو سکے۔ سالک کو مرشد کامل کی اجازت سے نفس پر جرمانہ مقرر کرنا چاہیئے۔

اگر ہر بدنگاہ پر وضو کر کے دو رکعت نفل ادا کرو یا دل میں تقاضا پیدا ہو تو فوراً ایسا کرو۔ ایک دن تو بہت سی رکعتیں پڑھنا پڑیں گی دوسرے دن بہت کم ایسا خیال آوے گا۔ اسی طرح بتدریج یہ روگ قلب سے نکل جاوے گا اس لئے کہ نفس کو نماز گراں ہے جب دیکھے گا کہ ذرا سا مزہ لینے پر یہ مصیبت ہوتی ہے یہ ہر وقت نمازہی میں رہتا ہے پھر ایسے وسوسے نہ آویں گے (غض البصر ص ۲۲)

غیر اختیاری میلان اور وسوسہ پر مواخذہ نہیں

حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب فرماتے ہیں۔

طبیعت کی رَو زور پر ہے تو رُک
نہیں تو یہ سر سے گذر جائے گی
بٹالے خیال اس سے کچھ دیر کو
چڑھی ہے یہ ندی اتر جائے گی

وساوس جو آتے ہیں اس کا ہو غم کیوں | عبث اپنے جی کو جلانا بُرا ہے
خبر تجھ کو اتنی بھی ناداں نہیں ہے | وساوس کا لانا کہ آنا بُرا ہے

غیر اختیاری میلان اور وسوسہ پر مواخذہ نہیں اس کے مقتضاء پر عمل کرنا یہ اختیاری ہے اس پر مواخذہ بھی ہے اس مرض کا صرف ایک علاج ہے نفس کو روکنا اور نگاہ کو نیچی رکھنا کہ یہ اختیاری ہے۔ ہمت کر کے اس کو اختیار کرے گو نفس کو تکلیف ہو مگر یہ تکلیف نار جہنم دوزخ سے زیادہ نہیں۔ یعنی نار جہنم کی تکلیف کا تصور جما لے اور جب چند روز ہمت سے ایسا کیا جائے تو میلان میں بھی کمی ہو جائے گی یہی علاج ہے اس کے سوا کچھ نہیں اگرچہ ساری عمر سرگرداں رہے (کمالات اشرفیہ)

مجذوب عذر دیر بتاں یک قلم غلط | آنکھیں تو بس میں ہیں نہ سہی اختیار دل

قصداً ایک نظر پر بیس نفلیں اس سے انشاء اللہ جلد اصلاح ہو جائے گی (تربیت السالک)

شیطان کے دھوکے

پہلا دھوکہ:۔ جب کسی شخص کو بار بار نگاہ نیچی کرنے سے مشقت ہوتی ہے تو شیطان اس کو یہ دھوکہ دیتا ہے کہ میاں ایک دفعہ اس کو خوب جی بھر کے دیکھ لو اس سے ہوس پوری ہو جائے گی۔ پھر نہ دیکھنا تو یہ روز روز کا ارادہ کرنا تو موقوف ہو جائے گا۔ مگر واللہ اس جی بھر کے دیکھ لینے سے تو اور رگیں مضبوط ہو جائیں گی۔ پھر اس کا اس گناہ سے نکلنا بہت دشوار ہو جائے گا کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ شہوت کو نظر سے ترقی ہوتی ہے۔

دوسرا دھوکہ:۔ پھر جب جی بھر کے دیکھنے سے بھی آگ نہیں بجھتی تو شیطان دوسرا دھوکہ یہ دیتا ہے کہ ایک دفعہ جی بھر کے اس سے منہ کالا کر لو پھر توبہ کر لینا اس کے بعد پھر یہی ہوتا رہتا ہے کہ آج توبہ کروں کل توبہ کروں۔ ابھی جی نہیں بھرا۔ پھر اگر اب توبہ کروں گا تو پھر تقاضا ہوگا چنانچہ بعض اس انتظار میں ختم ہو گئے۔ اور توبہ نصیب نہ ہوئی۔ (حقیقت تصوف وتقویٰ ص۱۳۷)

تیسرا دھوکہ:۔ مجاہدہ کے بعد بھی نفس کا طبعی میلان ختم نہیں ہوتا سو بعض لوگوں کو یہ حقیقت معلوم نہ ہونے کی وجہ سے نفس میں بُرا میلان دیکھ کر بڑے گھبراتے ہیں۔ حالانکہ شہوت کا مادہ مجاہدہ سے زائل نہیں ہوتا بلکہ ذکر و اذکار کی کیفیات سے مغلوب ہو جاتا ہے۔ مجاہدہ کرنے کے بعد بھی جب نفس کا میلان ویسے ہی برقرار رہتا ہے تو شیطان دھوکہ میں ڈالتا ہے کہ جب مجاہدات کے بعد بھی ناکامی ہی ہے تو جان کو کیوں مشقت میں ڈالا جائے یہ شخص اپنی کامیابی سے مایوس ہو کر نفس کو بالکل آزادی دے دیتا ہے یاد رکھو جب بھی مجاہدہ کرنے کا قصد کرو تو اول ہی نفس کو یہ سمجھا دو کہ ان اعمال میں مشقت ہمیشہ رہے گی اور عمر بھر مجاہدہ کرنا ہوگا اور یہاں سے آپ کو معلوم ہوگا کہ مرشد کامل کتنی بڑی نعمت ہے کہ وہ کیسے کیسے عقبات سے سالک کو نکالتا ہے۔

(المجاہدہ ص۱۳۷)

ہم جنس پرستی کی مذمت

از کلام :- حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

ہم جنس پرستی سے جو لذت اڑا گئے — انسانیت کا اپنی وہ پرچم جلا گئے
رسوا ہوئے ہیں فاعل و مفعول آن میں — دونوں حیا کے اپنے جنازے اٹھا گئے
ہرگز ملا سکیں گے نہ آنکھیں تمام عمر — آپس میں شرم کے جو پردے ہٹا گئے
دھوکہ یہ تھا کہ حق محبت ادا کریں — نفرت کا بیج تا دم آخر جما گئے
کیا کم ہے دوستو یہی لعنت مجاز کی — پہچاننے کے بعد بھی آنکھیں چرا گئے
یہ عشق نہیں ہیں یہ معصیت کے تقاضے — دونوں کو ایک پل میں جو رسوا بنا گئے

از کلام :- حضرت شمس الدین تبریزیؒ

کودکے از حسن شد مولائے خلق — بعد پیری شد خرف رسوائے خلق

جو لڑکا حسن کے سبب آج خلق کا سردار بنا ہوا ہے اور ہر طرف اسی کا اکرام اور پیار ہو رہا ہے جب یہ بوڑھا ہوگا تو ذلیل پھرے گا کوئی نگاہ بھی نہ اٹھائے گا۔

چوں بہ بدنامی بر آید ریش او — دیو را ننگ آید از تفتیش او

حسین لڑکوں کی جب بدنامی کے ساتھ داڑھی اور مونچھیں نکل آتی ہیں تو پھر شیطان کو بھی ان کی مزاج پرسی سے شرم آتی ہے اور عاشق لوگ نفرت کرنے لگتے ہیں۔ (معارف شمس تبریز صـ۱۸۶)

نو عمر لڑکوں سے اختلاط میں احتیاط لازم ہے

حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے لوگوں کو ممانعت کر دی تھی کہ تصنیف کے کمرہ میں جہاں میں تنہا ہوتا ہوں کسی نو عمر لڑکے کو نہ بھیجا کریں۔ مجھے اپنے نفس پر اعتماد نہیں۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ خانقاہ کے سب لوگ لڑکوں سے پرہیز اور احتیاط کرنے لگے۔ (مجالس حکیم الامت صـ۵۱)

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ ایک صوفی کا قول ہے کہ مرید پر پھاڑ کھا جانے والا شیر جھپٹے تو میں اتنا نہیں ڈرتا جتنا امرد حسین لڑکوں کے فتنہ سے ڈرتا ہوں۔

ابو اسامہ نے بیان کیا کہ ہم ایک شیخ کے پاس تھے جو حدیث بیان کرتے تھے ان کے پاس ایک لڑکا رہ گیا کہ ان کو حدیث سنانا تھا میں نے اٹھنا چاہا انہوں نے میرا دامن تھام لیا اور کہنے لگے کہ ٹھہرو اس لڑکے کو فارغ ہو جانے دو۔ اس لڑکے کے ساتھ خلوت میں رہنا پسند نہ کیا۔

یوسف بن حسینؒ فرماتے ہیں کہ دیکھا میں نے آفات صوفیہ کو امردوں سے میل جول میں اور ناجنسوں سے ملنے میں اور عورتوں سے نرمی برتنے میں۔

(شریعت و طریقت صـ۴۷۹)

احتراز از صحبت امردان

از کلام حضرت شیخ سعدی شیرازیؒ

خرابت کند شاہد خانہ کن — بر و خانہ آباد گرداں بزن

ترجمہ:- معشوق گھر برباد کرنے والا تجھ کو تباہ کر دیگا (یعنی امرد لڑکوں کے عشق سے بچو اگر شہوت قابو میں نہیں) جاؤ عورت سے نکاح کر کے گھر آباد کرو۔

سر از مغروست از درم کن تہی — چو خاطر بفرزند مردم تہی

اگر کسی لڑکے کو تو نے دل دیدیا تو ہاتھ میں روپیہ پیسہ باقی نہ رہے گا اور سر میں بھیجا (یعنی لڑکوں کے عشق میں پڑ کر عقل اور علم و دولت برباد ہو جائیں گے۔

مکن بد بفرزند مردم نگاہ — کہ فرزند خویشت بر آید تباہ

دوسروں کے لڑکوں کی طرف بدنگاہ مت کر اس لئے کہ تیرا لڑکا خراب اور تباہ ہو جاوے گا (یعنی اگر تو چاہتا ہے کہ میرا لڑکا دوسرے لوگوں کی شہوت کا نشانہ نہ بنے۔ پھر تو خود دوسرے لڑکوں سے بدکاری کرنے سے باز آجا تاکہ تیری اولاد کی عصمت محفوظ رہے۔

در شہوت بر نفس کافر بہ بند — دگر عاشقی لت خورد سر بہ بند

نفس بد کو شہوت پرستی سے باز رکھ ورنہ تو عشق بازی کی لاتیں کھانے اور سر کو زخموں سے باندھنے کے لئے تیار ہو جا (یعنی ذلیل و خوار ہو گا (تمیز العشق من الفسق صد ۱۶۹)

اصل صد یوسف جمالِ ذوالجلال — اے کم از زن شو فدائے آں جمال (از کلام حضرت مولانا رومؒ)

سینکڑوں یوسف جیسے حسینوں کے حسن کا سرچشمہ (خداوند ذوالجلال کا جمال ہے اے بے حس آدمی جو عورت سے بھی کم رتبہ ہے اس جمال پر فدا ہو (یعنی اللہ تعالیٰ سے عشق پیدا کر)

چوں شود نور و شود پیدا دُخاں — بفسرد عشق مجازی آں زماں

معشوق کے چہرے کا حسن جو تجھ کو نور دکھائی دے رہا ہے۔ موت کے وقت اُس کے چہرہ پر دھواں چھا جائے گا اُس وقت تیرا عشق ٹھنڈا پڑ جائے گا۔

چوں شود پیدا دخاں غم فزا — بفسرد نے عشق مانند نے ہوا

جب معشوق کے چہرے پر دھواں جاری ہو جائے گا یعنی موت کے وقت حسن ختم ہو جائے گا تو تیرے دل کا غم بڑھ جاوے گا افسوس کرے گا نہ اُس وقت عشق رہے گا نہ خواہش۔

(از کلام مولانا رومؒ، دفتر پنجم)

مولانا مفتی عبدالمنان صاحب

استفتاء

قادیانی اہل کتاب میں شامل نہیں ہیں اور ان کا ذبیحہ حلال نہیں مردار ہے

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ۔

(۱) کیا قادیانی کا ذبیحہ جائز ہے یا ناجائز ؟

(۲) کیا اس مسئلہ میں قادیانی یا اُن کی اولاد کے ذبیحے میں کچھ فرق ہے یا نہیں ؟ مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب نے کفایت المفتی جلد ہشتم صفحہ ۲۶۸ میں قادیانیوں کی اولاد کو اہل کتاب قرار دیکر ان کے ذبیحہ کو حلال قرار دیا ہے لیکن اس سے تسلی نہیں ہوتی کیونکہ اہل کتاب حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام پر ایمان لائے ہیں جن پر ہم بھی ایمان لائے ہیں تورات اور انجیل کو ہم بھی مانتے ہیں جبکہ قادیانی مرزا کو نبی مانتے ہیں اور براہین احمدیہ اور دیگر خود ساختہ الہامات پر بھی یقین رکھتے ہیں کیا یہ قیاس مع الفارق نہیں ؟

المستفتی :- محمد ادریس، امام مرکز ثقافت اسلامیہ کوپن ہیگن ۔ ڈنمارک

الجواب حامداً ومصلیاً

قادیانیوں کا ذبیحہ کسی حال میں حلال نہیں ۔ مردار ہے خواہ انہوں نے اسلام چھوڑ کر قادیانیت کو اختیار کیا ہو یا وہ قادیانیوں کے گھر پیدا ہونے کی وجہ سے پیدائشی اور نسلی طور پر قادیانی ہوں اور موجودہ پیدائشی قادیانی زندیق ہیں ان کو اہل کتاب قرار دینا درست نہیں ہے کیونکہ اہل کتاب ہونے کے لئے کسی آسمانی کتاب پر ایمان رکھنے کے ساتھ ساتھ کسی نبی مرسل کی طرف منسوب ہونا اور اس پر ایمان رکھنا بھی ضروری ہے اپنے آپ کو کسی جھوٹے نبی کی طرف منسوب کر کے کسی آسمانی کتاب اور نبی مرسل پر بھی ایمان رکھنے کا دعویٰ کرنا

اہل کتاب ہونے کے لئے کافی نہیں - اور قادیانیوں کی موجودہ نسل چونکہ ایک جھوٹے نبی کی طرف منسوب ہے۔ لہٰذا محض قرآن کریم پر ایمان رکھنے اور حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کا اقرار کرنے سے وہ اہل کتاب میں شامل نہیں ہوگی۔ اس لئے موجودہ نسلی اور پیدائشی قادیانیوں کا ذبیحہ حلال نہیں مردار ہے اور "کفایت المفتی" کا فتویٰ درست نہیں ہے۔

وفی العلائیہ :۔ وصح نکاح کتابیۃ مؤمنۃ بنبیٍّ (مرسل) مقرۃ بکتاب (منزل۔

وفی الشامیہ :۔ واعلم أن من اعتقد دینا سماویا ولہ کتاب منزل کصحف ابراھیم وشیث وزبور داؤد فھو من اھل الکتاب فتجوز مناکحتھم وأکل ذبائحھم الخ (شامی ص ۲۸۹ ج ۲)

وفی احسن الفتاویٰ :۔ قادیانی، ذکری اور دیندار انجمن کے لوگ اہل کتاب نہیں اس لئے کہ کسی نبی مرسل کی طرف ان کا انتساب نہیں بلکہ متنبی (جھوٹے نبی) کی طرف منسوب ہیں (ص ۸۴ ج ۱)

وراجع للتفصیل :۔ معارف القرآن سورۃ مائدہ (ص ۵۹ ج ۳) واللہ اعلم

الجواب صحیح
محمد تقی عثمانی عفی عنہ
۲۵ - ۱۱ - ۱۴۰۸ھ

محمد عبد المنان عفی عنہ
دار الافتاء دار العلوم کراچی ۱۴
۲۵ - ۱۱ - ۱۴۰۸ھ

وبالوالدين احسانا اما
يبلغن عندك الكبر احدهما او كلاهما
فلا تقل لهما اف ولا تنهرهما وقل لهما
قولا كريما ۝ واخفض لهما جناح الذل من
الرحمة وقل رب ارحمهما كما ربياني صغيرا ۝

ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو۔ اگر ان میں سے ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو اف بھی نہ کہو اور نہ ان پر خفا ہو اور ان کے ساتھ ادب سے بات چیت کرو اور ان کے لئے اطاعت کا بازو محبت سے جھکاؤ اور کہو کہ اے میرے پروردگار تو ان پر رحمت فرما جس طرح انہوں نے مجھے بچپن میں پالا ہے۔

نقد و تبصرہ

تبصرے کے لئے ہر کتاب کی دو جلدیں آنا ضروری ہیں۔

(ادارہ)

پانچ رسالے

(۱) سندھ کے حالات کی سچی تصویر (۱۶۸ صفحات)
(۲) جی ایم سید ایک تجزیہ ایک مطالعہ (۱۲۰ صفحات)
(۳) قومی مسائل اور ہمارا لائحہ عمل (۱۳۵ صفحات)
(۴) جدید دور میں غلبۂ دین (۸۰ صفحات)
(۵) قومی تشکیل نو (۱۰۴ صفحات)

تالیف: محمد موسیٰ بھٹو ناشر: سندھ نیشنل اکیڈمی، پوسٹ بکس نمبر ۲۵۸ - حیدرآباد

کتابت و طباعت متوسط، قیمت بالترتیب ۱۵/-، ۱۰/-، ۸/-، ۱۰/-، ۱۲/- روپے۔

یہ پانچوں رسالے سندھ کے ایک نوجوان رہنما محمد موسیٰ بھٹو صاحب کی تصنیف ہیں۔ پہلے رسالے میں سندھ کے ماضی و حال کے پس منظر میں یہاں سندھی قومیت کی تحریک، اس کے اسباب اور متعلقہ مسائل پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ سندھ میں سندھی قوم پرستی اور "سندھو دیش" کے نعروں کی صدائے بازگشت وقفوں وقفوں سے سنائی دیتی رہی ہے۔ بہت سے حضرات کو اس تحریک کے خطرناک مضمرات کا احساس ہے۔ لیکن بہت کم لوگ ہیں جو اس مسئلے پر سنجیدگی اور مقصدیت کے ساتھ سوچنے کے لئے تیار ہیں۔ کم از کم راقم کے علم میں بہت کم لوگوں نے اس تحریک کے عوامل و محرکات کا معروضی جائزہ لینے کی کوشش کی ہے حالانکہ اس قسم کی تحریکات کا علاج صرف "غداری" کا طعنہ نہیں ہوتا، بلکہ یہ دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے کہ یہ فکر کن اسباب کے تحت پروان چڑھی ہے؟ اگر اس کی پشت پر کوئی بیرونی ہاتھ ہے تب بھی، جب تک اُسے اندر سے غذا نہ ملے، وہ آگے نہیں بڑھ سکتی، لہٰذا یہ دیکھنا ضروری ہے کہ وہ کون سے حالات ہیں جو اس قسم کی تحریکات کو اندر سے غذا فراہم کرتے رہتے ہیں۔

جناب محمد موسیٰ بھٹو نے یہ مقالہ اسی موضوع پر لکھا ہے اور اس میں اپنی فکر و تحقیق کے نتائج تاریخی واقعات کے حوالوں سے پیش کئے ہیں۔ ہم اس موضوع پر بصیرت اور ذمہ داری کے ساتھ کوئی حتمی بات کہنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ موسیٰ بھٹو صاحب کا یہ مقالہ بڑا فکر انگیز اور معلومات افزا ہے اور سندھ کے حالات کے بارے میں ذہن و فکر کے لئے نئے دریچے کھولتا ہے اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والوں کو اس کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیئے۔

دوسرا رسالہ "جئے سندھ تحریک" کے بانی جی ایم سید صاحب کے افکار و نظریات کے خلاصے پر مشتمل ہے۔ فاضل مؤلف نے ان کی سندھی کتابوں سے اقتباسات ترجمہ کر کے بلا تبصرہ پیش کئے ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ ایک مسلمان کے لئے ان کو صرف پڑھنا ہی نہایت صبر آزما ہے، بعض حصوں کو پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں کہ کیا کوئی شخص جو مسلمان کا نام رکھتے ہوئے بے دینی اور گمراہی کی اس پستی تک بھی پہنچ سکتا ہے؟

باقی تین رسالوں میں پورے ملک، بالخصوص سندھ کے حالات کے پس منظر میں قومی اور دینی نشاۃ ثانیہ کے لئے فاضل مؤلف کی تجاویز اور ماضی و حال پر تبصرہ پیش کیا گیا ہے۔ فاضل مؤلف کے بعض خیالات سے اختلاف ممکن ہے۔ لیکن ان تحریروں میں ایک دردمند دل جھلکتا نظر آتا ہے جو اسلام اور پاکستان کی محبت سے معمور ہے۔

بعض رسائل میں کچھ فقہی مسائل بھی زیر بحث آگئے ہیں۔ مثلاً مزارعت کا جواز اور عدم جواز اور اگرچہ فاضل مؤلف نے یہ کہہ کر اس بحث کو مختصر کر دیا ہے کہ یہ اہل علم کا کام ہے۔ لیکن ساتھ ہی اپنی رائے بھی دیدی ہے کہ ان کی نظر میں مزارعت جائز نہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اس مسئلے پر موصوف کی رائے وقت کے چلتے ہوئے بعض نعروں پر مبنی ہے، اسلام کے احکام مزارعت اور موجودہ جاگیرداری اور زمینداری نظام کے عمیق موازنے پر نہیں۔ جب خود مؤلف کے بقول یہ ان کا میدان نہیں تھا تو ان مسائل میں اُلجھنے یا ان کے بارے میں کوئی حتمی رائے دینے کی بھی ضرورت نہ تھی۔

بہر صورت! ہمارے ملک، بالخصوص سندھ، کے سیاسی اور معاشرتی حالات کے بارے میں یہ رسائل خاصی معلومات اور فکر انگیز تجاویز پر مشتمل ہیں جن سے اہل علم و فکر کو فائدہ اٹھانا چاہئے۔

(م ت ع)